Fikr-o-Nasar (Islamabad) 30:1-2 (1992)

بارگاہ رسالتؐ میں

ڈاکٹر رحیم بخش شاہین

دنیا میں صرف تین مسجدیں ہیں جو فضیلت کے اعتبار سے سب مسجدوں سے بڑھ کر ہیں ان میں مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ شامل ہیں ۔ مسجد حرام کے بعد دوسرا درجہ مسجد نبوی کے لئے مخصوص ہے ۔

حضور نبی کریمؐ کا فرمان ہے :

صلوة فی مسجدی هذا افضل من الف صلوة فیما سواه من المساجد الا المسجد الحرام وصلوة فی المسجد الحرام افضل من مائتہ صلواۃ فی مسجدی

ترجمہ : میری مسجد میں ایک نماز کا پڑھنا دوسری مسجدوں میں ایک ہزار نمازیں ادا کرنے سے افضل ہے۔ سوائے مسجد حرام کے کہ وہاں نماز پڑھنا میری مسجد میں سو نمازیں ادا کرنے سے افضل ہے۔

مسجد نبوی حضور اکرمؐ نے ہجرت کے پہلے سال مدینہ طیبہ میں تعمیر فرمائی ۔ یہ محض ایک عبادت گاہ نہیں تھی بلکہ تبلیغ اسلام اور غلبہ اسلام کی مساعی کا مرکز بھی تھی ۔ یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام آپؐ پر وحی لایا کرتے تھے، جہاں قرآن مجید کی ترتیب و تدوین عمل میں لائی جاتی تھی، جہاں اسلامی اخوت و مساوات کی عملی تربیت دی جاتی تھی، جہاں حضورؐ کے زیر سایہ اہل ایمان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام ہوتا تھا، جہاں علم و حکمت کی بیش بہا دولت تقسیم ہوتی تھی، جہاں اسلامی قیادت و سیادت کا پھریرا لہراتا تھا، جہاں خلافت اسلامی کی صورت میں حکومت و ریاست کا لائق رشک و قابل تقلید نمونہ پیش کیا جاتا تھا۔ اس مسجد کے چپے چپے پر حضورؐ اور آپ کے پروانوں کے نقوش پا ثبت ہیں اور اس کی فضاؤں میں انتہائی مقدس ہستیوں کے انفاس کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے ۔

اگرچہ ہمارے زمانے اور رسالتمابؐ اور خلافت راشدہ کے عہد میں بہت بعد ہے لیکن مسجد نبوی کے فضائل اور فیوض آج بھی برقرار ہیں اور ابد تک برقرار رہیں گے۔ یوں تو مسجد کا ہر حصہ

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

لازوال برکتوں اور سعادتوں کا مرکز ہے تاہم اس کے بعض مقامات مثلاً" منبر شریف، ریاض الجنتہ، ستونہائے رحمت اور محراب النبیؐ خصوصی اہمیت کے حامل ہیں اور ان سب پر روضہ رسولؐ کو مقام فضیلت حاصل ہے جہاں حضورؐ اور آپ کے دو عزیز ترین رفیق محو خواب ہیں۔

مسجد نبوی تعمیر ہوئی تو اس سے متصل سرور کائناتؐ کی ازواج مطہراتؓ کے لئے حجرے بھی تعمیر کئے گئے ان میں سے ایک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لئے مخصوص تھا۔ اسی حجرہ مقدس میں حضورؐ نے وفات پائی اور اسی میں آپ کی تدفین عمل میں آئی، بعد میں خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیقؓ اور امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو بھی اسی مقام پر حضورؐ کے پہلوئے مبارک میں دفن ہونے کا لازوال اور لائق رشک شرف حاصل ہوا۔ روضہ رسول مقبولؐ کے اوپر گنبد خضرا اپنی بہار دکھا رہا ہے یہ مقام ساری دنیا کے عشاق رسولؐ کا مرکز نگاہ اور محور تمنا ہے، یہی وہ مقام ہے جس کے بارے میں شیخ عبدالعزیز عزت بخاری (م ۱۰۸۹ھ) نے کہا تھا:

ادب گاہیست زیر ایں زمیں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزیدؒ ایں جا

علامہ اقبال نے نہایت لطیف تصرف کر کے شعر کو یہ صورت دے دی ہے:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزیدؒ ایں جا

روضہ رسولؐ کی زیارت ہر مومن اور مسلمان کے دل کا سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور احادیث رسولؐ میں مدینہ طیبہ اور خاص طور پر مسجد نبویؐ میں حاضری اور روضہ اطہر کی زیارت کی تاکید کی گئی اور ان کے فضائل کو بیان کیا گیا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔

من وجد سعتہ و لم یزرنی فقد جفانی

ترجمہ: جس کو مدینہ تک پہنچنے کی وسعت ہو اور وہ میری زیارت کو نہ آئے اس نے میرے ساتھ بڑی بے مروتی کی۔

اسی طرح آپؐ نے فرمایا۔

من زار قبری وجبت لہ شفاعتی

ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔
اس سلسلے میں آپ کا یہ ارشاد بھی پیش نظر رہنا چاہئے۔

من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی

ترجمہ: جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی۔

اسی طرح کی دیگر روایات سے واضح ہوتا ہے کہ روضہ اقدس پر حاضری اور صلوٰۃ و سلام کے ہدیہ کی پیشکش ہر مسلمان کا فرض اور نبی اکرمؐ کا حق ہے' جو شخص روضہ اطہر کی زیارت کرے گا وہ روز حشر جوار رسولؐ میں جگہ پائے گا اور شفاعت کا مستحق قرار پائے گا۔

مساجد عالم میں مسجد نبوی کا یہی وہ مرتبہ ہے جس کی بنا پر چودہ سو سال سے اطراف عالم سے مسلمان اس کی طرف اس طرح کھنچے چلے آتے ہیں جس طرح لوہے کے ذرے مقناطیس کی طرف۔ روضہ رسولؐ کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے والے لوگ ایسے عمیق روحانی تجربے سے دوچار ہوتے ہیں جو آن کی آن میں ان کی کایا پلٹ دیتا ہے' وہاں سے لوٹ کر آنے والے اپنے اپنے ظرف کے مطابق اس تجربے سے دائماً مستفید رہتے ہیں اور اپنی باتوں سے روضہ رسول کی زیادت کے فیوض و برکات عام کرتے رہتے ہیں۔ جن لوگوں کو اللہ تعالی نے لکھنے کی صلاحیت بخشی ہے وہ اپنے تاثرات کو صفحہ قرطاس پر منتقل کر کے دوسروں کے دلوں میں آتش شوق بھڑکاتے رہتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کے قلمی اظہار کے مختلف پیرایوں کو زائرین حرم کے سفرناموں سے جمع کر کے یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ ان میں سے ہر پیرایہ محبت افزا بھی ہے اور ادب آموز بھی اور اس بنا پر لائق مطالعہ بھی۔

سب سے پہلا اقتباس مولانا حاجی رفیع الدین فاروقی مراد آبادی تلمیذ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے سفرنامہ حرمین سے لیا گیا ہے' موصوف بہت بڑے عالم اور متعدد کتابوں کے مصنف تھے' انہوں نے ۱۲۰۱ھ میں سفر حجاز اختیار کیا اور دو سال دو ماہ اور دو ہفتے کے بعد ۱۲۰۳ھ میں مراد آباد واپس آئے اور فارسی میں سفرنامہ لکھا جس کے مترجم مولانا نسیم احمد فریدی امروہی لکھتے ہیں۔ "اس سے پہلے کا کوئی سفرنامہ حج و زیارت کسی ہندوستانی کا اس تفصیل کے ساتھ اب تک میری نظر سے نہیں گزرا۔ میرے پیش نظر نسخے پر اس سفرنامہ کا نام سوانح الحرمین ہے' رامپور

کے نسخے پر آداب الحرمین لکھا ہوا ہے اور نواب صدیق حسن خان مرحوم نے اس کا نام حالات الحرمین لکھا ہے" (ماہنامہ الفرقان لکھنؤ اپریل ۔ مئی ۱۹۶۱ء ص: ۵)

○

صبح دو شنبہ، ۶ ربیع الاول کو ---- قافلہ مدینہ منورہ پہنچا اور بیرون شہر مناخہ میں متصل عیدگاہ نبویؐ اترا ---- اور یہ کمینہ، بعد ادائے فجر وہاں سے لاذ عالیاں، ملجائے جہاں، شفیع امم، سرور بنی آدم، سید انام صلی اللہ علیہ وسلم کی درگاہ عالم پناہ کی جانب متوجہ ہوا ---- باب السلام سے داخل ہوا ---- مصلائے مصطفوی پر تحیۃ المسجد پڑھ کر مواجہہ شریف میں آیا۔ سلام اور آداب زیارت کو حسب قاعدہ ادا کیا اور غلبہ شوق میں یہ اشعار سلسلۃ الذہب (جامی) وغیرہ کے پڑھے۔

سوئیم افگن ز مرحمت نظرے
باز کن بر رخم زلطف درے
زاری من شنو، تکلم کن
گریہ من شنو، تبسم کن
لب بجنبیاں پے شفاعت من
منگر در گناہ و طاعت من
کہ نرفتم طریق سنت تو
ہستم از عاصیان امت تو
ماندہ ام زیر بار عصیاں پست
افتم از پا گرم نگیری دست
رحم کن برمن و فقیری من
دست دہ بہر دست گیری من
خود بدست تو کے رسد دستم
ایں قدر بس کہ در رہت پستم

پست بودن براہ تو خوشتر
گز بلندی معرش سودن سر

○

یا شفیع المذنبین بار گناہ آوردہ ام
بردرت ایں بارہا پشت دو تاہ آوردہ ام
چشم رحمت بر کشا موئے سفید من بیں
گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام
آن نمیگویم کہ بودم سالہا در راہ تو
ہستم آں گمرہ کہ اکنوں رو براہ آوردہ دم
عجز و بیہوشی و درویشی و دلریشی و درد
ایں ہمہ بر دعوئے عشقت گواہ آوردہ ام
دیو رہزن درکمیں، نفس و ہوا اعدائے دیں
زیں ہمہ درسایہ لطف پناہ آوردہ ام
گرچہ روئے معذرت نگذاشت گستاخی مرا
کردہ گستاخی زبان عذر، خواہ آوردہ ام

○

دولتم ایں بسکہ بعد از مدت و دور و دراز
برحریم آستانت می نہم روئے نیاز
یا رسول اللہ نمی گویم کہ مہمان تو ام
مافقیرے طعمہ خوار ریزہ خوان توام

○

پس از ادائے آداب زیارت، شیخین کبیرین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) اور سیدۃ النساء (حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا) کے مواجہہ میں آیا اور سلام عرض کیا۔

پھر مواجہ شریف میں آیا ----- خدائے عظیم کی قسم اگر میرا ہر بن موٴ زبان بن جائے اور ہر زبان ہزار ہا شکر اللہ تعالیٰ کے ادا کرے پھر بھی اس نعمت عظمیٰ کاشکر ادا نہیں ہو سکتا کہ مجھ جیسے کمینے گناہ گار تباہ کار کو محض اپنے فضل و انعام سے اس موقف عظیم میں حاضر ہونے کا موقع دیا۔

شکراللہ کہ نمردیم و رسیدیم بدست
آفریں باد بریں ہمت مردانہ ما

○

آفتاب اندر بدخشاں --- لعل سازد سنگ را
غیر خاموشی چہ گوید لعل شکر آفتاب

○

خدا کی قسم یہ وہ جگہ ہے جس کو پروردگار عالم نے اپنے حبیب مکرم کے لئے انتخاب کیا اور تمام فتوحات و برکات اور انوار جنہوں نے مشرق و مغرب کا احاطہ کر لیا اسی جگہ سے ظاہر و ناشی ہوئے ہیں یہ وہ میدان ہے جو مہبط وحی ہے اور مورد ملائکہ اور مسکن سید انس و جان رہا ہے ---- یہ وہ سرزمین ہے جواقدام خیر الانامؐ سے نوازی گئی ہے۔

جنت البقیع کی زیارت سے جہاں اہل بیت ' صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اور دیگر اکابر امت رحمہم اللہ مدفون ہیں ۔ اور جبل احد وہاں کے شہداء کی زیارت سے نیز مسجد قبا اور ان دیگر مساجد متبرکہ و آثار مقدسہ کی زیارت سے جو شہرمدینہ اور نواحی مدینہ میں مشہور ہیں ----- مشرف ہوا ---- چند بار داخلی ' اندرون گنبد حجرہ منورہ بھی میسر آئی ----- یکم رجب کو جب کہ درون گنبد اپنے سر اور چہرہ کو دیوار سے مل رہا تھا اور داڑھی کو اس زمین رشک علیین کے لئے جھاڑو بنائے ہوئے تھا ----- اس وقت اس احقر کے موقف سے قبر مکرم و معطرؐ ایک ذراع کم و بیش ہو گی -----

اس وقت احقر نے ارحم الراحمین سے بوسیلہ رحمتہ اللعالمینؐ یہ دعا مانگی اے اللہ اس کمینے کو جب اس درگاہ میں داخلے کا موقع دے دیا ہے تو اب اس کے بعد کسی مخلوق کے دروازے پر حاجت طلب کرنے کے لئے نہ لے جانا اور یاد آخرت میں نیز اپنی پناہ میں رکھنا ۔ یہ دعا بیت اللہ شریف کے اندر بھی الحاح و زاری سے مانگی تھی ---- فضل خدا اور شفاعت رسول کریمؐ سے

امید قبولیت ہے ------ وہاں سے آکر قبر سیدۃ النساءؓ کے قریب اس جگہ کھڑے ہو کر جو زیر ستون ہے دو رکعت تحیہ المسجد کی پڑھیں اور باہر چلا گیا۔

حاضری کے دوسرے دن ایک بزرگ کے پاس جو ہندوستان سے آکر مدت مدید سے یہاں اقامت پذیر ہیں ---- گیا ---- اور اللہ کے اس فضل و کرم کا جو اس نے مجھ پر فرمایا ہے ' ان سے ذکر کیا ------ انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

نازم بچشم خود کہ بروئے تو دیدہ است
رقصم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

اس شعر کو سن کر ایک خاص ذوق و شوق کی کیفیت پیدا ہوئی۔ مواجہہ شریف میں حاضر ہو کر مکرر یہ شعر پڑھا اور گریہ و زاری نے زور باندھا ' غلبہ شوق میں اپنے پاؤں کو بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں کو اس سے ملا ----

یافتم درگزرے خاک کف پائیش را
چوں نمالم رخ خود یافتہ ام جائیش را

منجملہ ان اوقات کے جن میں ذوق حضور اور لذت و سرور حاصل ہو ایک خطبہ جمعہ کا وقت ہے ----- خطیب بالائے منبر کھڑے ہو کر ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتا ہے تو کہتا ہے۔ اشهد ان هذا محمد رسول الله ---- اور کہتا ہے۔ قال هذا لنبی صاحب هذا القبر المعطر -- اور یہ کہتے ہوئے وہ اپنا چہرہ بسوئے حجرہ شریفہ کر لیتا ہے اور اشارہ کرتا ہے ---- اگر کسی کو حضور قلب کی کیفیت حاصل ہو تو اس وقت تصور کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا اور آپؐ کی شکل مبارک کا اور اس بات کا کہ آپ بالائے منبر جلوہ فرما ہیں ' تمام مہاجرین و انصار زبان مبارک سے احکام و اخبار سننے کے لئے کان لگائے بیٹھے ہیں --- آنحضرتؐ اثنائے خطبہ میں ان کو طاعت حق کی ترغیب دے رہے ہیں اور شرائع و احکام بیان فرما رہے ہیں ---- اور یہ بھی خیال کرے کہ میں اس محفل مجد و جلال میں ' صف نعال کے اندر بیٹھا ہوا ہوں۔ جو سرور و کیف حاصل ہو گا وہ بیان نہیں ہو سکتا۔

(ہندوستان کا سب سے پہلا سفرنامہ حجاز از مولانا حاجی رفیع الدین فاروقی مراد آبادی' مترجم مولانا

نسیم احمد فریدی، ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ، خاص اشاعت، اپریل مئی ۱۹۶۱ء ص: ۶۰-۶۴)

○

ہم بارہ دن مدینہ طیبہ (صلی اللہ علی صاحبہا) میں ٹھہرے۔ یقین کیجئے کہ مدینہ کے گلی کوچے، مدینہ کے بازار، مدینہ کے درو دیوار، اور مدینہ کی فضا میں کچھ ایسی کیفیت محسوس ہوئی کہ سو جان سے نثار ہونے کا جی چاہا، یہاں کی خاک پاک کے ہر ذرہ سے ہم کو محبت کی بو آئی، عہد نبوت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لے کر اس وقت تک کی یہاں کی اسلامی تاریخ کے سب اہم واقعے ہم کو یاد آئے۔

"نگاہ تصور نے مسجد نبویؐ میں بالخصوص روضۃ الجنۃ میں صحابہ کرامؓ کا مجمع دیکھا، محراب النبی اور محراب التہجد کے پاس حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سربسجود پایا، اسطوانہ وفود کے پاس باہر کے آئے ہوئے وفود کو بارگاہ نبوتؐ میں باریاب ہوتے ہوئے دیکھا، اسطوانہ حرس کے پاس جاں نثاران رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہرہ دیتے ہوئے دیکھا، اسطوانہ ابی لبابہ میں سیدنا ابولبابہ کو بندھے دیکھا، اور پھر دیکھا حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو اپنے دست مبارک سے کھول رہے ہیں۔ اسطوانہ سیدتنا عائشہؓ کے ارد گرد خواص امت کے ہجوم کو دیکھا کہ نماز و دعا میں مشغول ہیں۔ گوش تخیل کو منبر شریف سے صحابہؓ کے درمیان حضورؐ کے مواعظ اور صفہ نبوی سے اصحاب صفہ کو تلقین و تعلیم کی آوازیں سنائی دیں۔

اور اس مبارک زمین کے اس مقدس حصہ کا حال آپ سے کیا بیان کیا جائے کہ جہاں سید المرسلین، حبیب رب العالمین حضرت رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) مع اپنے دونوں رفیقوں اور وزیروں کے آج بھی جلوہ افروز ہیں۔ اللہ ہر مسلمان کو یہاں کی حاضری سے سرفراز کرے۔ وہ گھڑی بھولنے والی نہیں، جب کہ ایک سیہ کار و گناہ گار نے مواجہہ شریف میں عرض کیا تھا کہ "یا رسول اللہؐ کفار بھی اگر سائل بن کر اس دربار میں آئے تو محروم واپس نہیں گئے، ہم اپنے اعمال کے لحاظ سے جیسے بھی ہیں مگر الحمد للہ کہ عقیدۃً" آپ کے دین کے ماننے والے، اور آپ کے طریق کے چاہنے والے ہیں، اس لئے یا رسول اللہؐ ایسا نہ ہو کہ یہاں سے ہم محروم و ناکام واپس

ہوں۔

قسم ہے رؤف و رحیم خدا کی اس نے "بالمومنین رؤف رحیم" جس ذات کا وصف اپنی کتاب مبین میں بیان فرمایا ہے اس کی رافت و رحمت نے ہر طرح کی دستگیری فرمائی صلی اللہ علیہ وسلم

(سفر حج کے بعض مناظر' مولانا محمد اویس ندوی نگرامی' الفرقان لکھنؤ حج نمبر ۱۳۴۹ھ' ص ۲۶-۲۸)

○

" جدہ سے روانہ ہوتے وقت میرا خیال تھا کہ میں مسجد نبوی اور گنبد خضرا کی پہلی جھلک دن کی روشنی میں دیکھ سکوں گا' لیکن اب رات ہو چکی تھی۔ میں نے مسجد نبویؐ کے صرف وہ مینار دیکھے تھے' جن پر بجلی کے قمقمے روشن تھے اور شاید قدرت کو بھی مجھ جیسے دیوانے کو اچانک ایک امتحان میں ڈالنا منظور نہ تھا۔ وضو سے فارغ ہو کر میں حیدری صاحب کے ایک رفیق شاہ دین صاحب کے ہمراہ وہاں سے نکلا۔ وہ مجھ سے بار بار یہ کہہ رہے تھے کہ جماعت کھڑی ہو چکی ہے۔ آپ جلدی چلیں اور میں ایسا محسوس کرتا تھا کہ میں میلوں دوڑ چکا ہوں اور میری ہمت جواب دے چکی ہے۔ چند قدم چلنے کے بعد میں بے خیالی کے عالم میں اپنے رہنما کے ساتھ بھاگ رہا تھا۔ مسجد نبویؐ میں داخل ہوتے وقت میرا ذہن ان دعاؤں اور مناجاتوں سے خالی تھا جو دیار حبیبؐ کے تصور سے میری زبان پر آ جایا کرتی تھیں۔ شاہ صاحب نے مجھے نمازیوں کی ایک صف میں کھڑا کر دیا' لیکن مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میں مسجد کے کس حصے میں ہوں۔ نماز کے بعد میں دیر تک بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ جب شاہ دین صاحب میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے ان سے پوچھا "گنبد خضرا کس طرف ہے؟"

انہوں نے آہستہ سے جواب دیا "اپنے دائیں ہاتھ دیکھو' تم اس آقائے مدنیؐ کے پائے مبارک کی طرف بیٹھے ہو۔ میں تمہیں عمداً" یہاں لایا تھا" میں نے اپنے جسم میں ایک کپکپی محسوس کی اور میری نگاہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی جالی پر مرکوز ہو گئیں۔ اس کے بعد میں کچھ دیر کے لئے مکمل طور پر خالی الذہن تھا۔ میرے دل میں کوئی آرزو نہ تھی اور میری زبان پر کوئی دعا نہ تھی' وہ احساسات جن کے اظہار کے لئے میں کچھ دیر پہلے چیخوں کی

ضرورت محسوس کرتا تھا، مکمل طور پر دب چکے تھے میری بہترین دعائیں مستجاب ہو چکی تھیں اور عزیز ترین آرزوئیں پوری ہو چکی تھیں اور میں ایک ایسا اطمینان محسوس کر رہا تھا جس سے میری روح نا آشنا تھی۔ روضہ اطہر کی جالی مجھ سے اتنی قریب تھی کہ میں اسے چھو سکتا تھا، لیکن اس دربار میں ادب کے تقاضے کچھ اور تھے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزیدؒ ایں جا

اس مقام کی عظمت کا احساس میرے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد میں اچانک اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور دیر تک درود و سلام پڑھتا رہا۔ اس کے بعد شاہ دین صاحب مجھے روضہ اطہر کی دوسری جانب مسجد کے اس حصے میں لے گئے جہاں عہد نبویؐ کی ابتدائی حدود تھیں۔ زائرین اس حصے کے ہر ستون کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ مجھے جو جگہ خالی نظر آتی تھی، وہیں نفل پڑھنا شروع کر دیتا تھا۔ اچانک محراب النبیؐ سے ایک نمازی اٹھا اور میں آگے بڑھ کر وہاں کھڑا ہو گیا۔ نیت کے لئے ہاتھ اٹھانے لگا تو دل نے آواز دی کہ تیری پیشانی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قدموں سے پیچھے رہنی چاہئے اور میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا نفل پڑھ کر فارغ ہوا تو شاہ دین صاحب نے مجھے بتایا کہ حضورؐ کی سجدہ گاہ کو محراب کی چوڑائی کے اندر محفوظ کر دیا گیا ہے اور اب اگر کوئی محراب کے اندر کھڑا ہو کر بھی سجدہ کرے تو بھی اس کا سر حضورؐ کے قدموں سے آگے نہیں بڑھے گا۔

اب نفل پڑھنے کے سوا رات کو میرا کوئی پروگرام نہ تھا، لیکن معلوم ہوا کہ مسجد کے دروازے بند ہونے والے ہیں۔ اچانک مجھے حیدر الحیدری صاحب نظر آ گئے اور میں نے ان سے روضہ اطہر پر سلام پڑھوانے کی درخواست کی، وہ میرے ساتھ چل دیئے۔ اب لوگوں کا ہجوم قدرے کم ہو چکا تھا۔ حیدری صاحب کے لہجے میں ایک عرب کا سوز و گداز تھا۔ بعض احساسات جو ابھی تک میرے دل کی گہرائیوں میں دبے ہوئے تھے، آہستہ آہستہ ابھرنے لگے۔ میں اس آقاؐ کے دربار میں کھڑا تھا جس کے غلاموں کی عظمت کی داستانیں میری زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ تھیں۔ دبے ہوئے احساسات آنسو بن کر بہہ نکلے، لیکن جذبات کے انتہائی ہیجان میں بھی میں اس خیال سے اپنی سسکیاں ضبط کر رہا تھا کہ یہاں آواز نکالنا بے ادبی ہے۔ حضورؐ کو درود و سلام

پڑھنے کے بعد میں نے باری باری سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم کو سلام پڑھا جو اسی روضہ اطہر میں آسودہ خواب ہیں ۔ پھر مقام جبرئیل پر کھڑے ہو کر دعائیں مانگیں اور مسجد نبویؐ سے باہر نکل آیا ۔

(پاکستان سے دیار حرم تک از نسیم حجازی ، ص : ۱۲۴-۱۲۶)

○

" ہم نے نماز مغرب مسجد نبویؐ میں باجماعت ادا کی اور فیروز الدین کو ساتھ لے کر روضہ اقدس پر مقررہ دعائیں پڑھیں اور رو رو کر درود و سلام کا نذرانہ عقیدت پیش کیا اور جسب ترتیب حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے مزارات پر (یہ دونوں مزار روضہ اطہر کے ساتھ ساتھ ایک ہی احاطہ میں ہیں) اور غالباً" حجاج کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر یہ دعا مانگی جاتی ہے اور پھر شیخین کے مزارات پر حاضری دی جاتی ہے۔ دعاؤں کے سلسلے میں یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ بازار میں مختلف کتب آسانی سے دستیاب ہیں جن میں ہر مقدم کے لئے علیحدہ علیحدہ دعاؤں کی تفصیل موجود ہے۔ ہم لوگ دعائیں مانگنے کے بعد واپس آ گئے اور اپنی قیام گاہ عبداللہ البکری ، تیسری منزل روم نمبر ۱۱ میں مقیم ہو گئے ۔ اس کے بعد عشاء کی نماز کے لئے ہم نے بیگم صاحبہ کو بھی ساتھ لیا اور مسجد نبویؐ گئے ہمارے ہم سفر اپنی قیام گاہ پر چلے گئے اور اس وقت ہم دونوں ہی مسجد نبویؐ گئے۔ خیال تھا کہ بعد نماز عشاء روضہ اطہر پر سلام اور حاضری دیں گے مگر سعودی حکومت کے احکامات کے تحت عشاء کے بعد مسجد نبویؐ بند کر دی جاتی ہے اس لئے اس وقت بیگم صاحبہ اس سعادت سے متمتع نہ ہو سکیں ۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں یہ معمول ہے کہ تہجد کی نماز کے لئے بھی اذان ہوتی ہے اس لئے زیادہ تر حجاج و زوار ساڑھے تین بجے شب سے ہی مسجد چلے جاتے ہیں۔ چونکہ تمام حضرات کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ وقت ریاض الجنتہ میں گزاریں ۔ حالانکہ عملاً" ایسا ممکن نہیں ہے ۔ چونکہ ریاض الجنتہ محراب النبیؐ اور روضہ اطہر کے درمیان واقع ہے جو ۱۲ ستونوں کے اندر اندر ہے اور اس مخصوص جگہ کو ہی ریاض الجنتہ کہا جاتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ اس محدود جگہ

میں ہر شخص نہیں بیٹھ سکتا۔ تاہم اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے لوگ اس وارفتگی کے ساتھ کوشش کرتے ہیں جیسے شہد کی مکھیاں پھولوں کا رس چوسنے کے لئے دوڑتی ہیں۔ مختصر یہ کہ ۱۸ نومبر ۱۹۷۹ء کو ساڑھے تین بجے شب ہم دونوں مسجد نبوی گئے اور پہلے روضہ اطہر پر سلام کا نذرانہ پیش کیا اور دعا مانگی۔ وہاں ہر لحہ مجمع بڑھتا جاتا ہے اور بھیڑ کی وجہ سے ایک جگہ کھڑے ہو کر درود و سلام کا نذرانہ پیش کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یوں بھی پہلے روضہ اطہر پر سلام پیش کیا جاتا ہے اور بالترتیب ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے مزارات پر سلام پیش کیا جاتا ہے اور تینوں مقامات پر سلام کا نذرانہ پیش کرنے میں کافی وقت صرف ہو جاتا ہے۔ کچھ وقفہ کے بعد نماز فجر کی اذان ہو جاتی ہے اور اذان کے ساتھ ہی تمام لوگ اپنے لئے جگہ کی تلاش میں ادھر ادھر نگاہ دوڑاتے ہیں اور پھر جس کو جہاں جگہ مل جاتی ہے وہیں بیٹھ جاتا ہے۔ مسجد نبویؐ کی اذان کا منظر اور سریلی و جاذب و دلکش روح و آواز ایک ایسا اثر پیدا کرتی ہے کہ لوگ اذان سن کر مسحور ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک ہی وقت یکے بعد دیگرے تین موذن اذان دیتے ہیں اور لاؤڈ سپیکر پر وہ آوازیں دور دور تک گونجتی ہیں اور ایسی دلسوز اور جاذب روح و قلب ہوتی ہیں کہ بس دل میں یہ چاہتا ہے کہ یہ آوازیں ہمیشہ کانوں میں سنائی دیتی رہیں۔ آمین۔ اور وہ لوگ بڑے خوش قسمت اور صاحب نصیب ہیں جنہیں مدینہ طیبہ میں قیام کی سعادت حاصل ہے۔ شیخین یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے مزارات پر سلام پڑھنے کے بعد حضرت جبرائیل کے مقام پر جو جنوب مغرب میں واقع ہے اور دیوار کے ساتھ ملحق ہے پر بھی سلام پیش کیا جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت جبرئیلؑ وحی لایا کرتے تھے' اس کے بعد مزار مبارک کے پائیں میں نفل ادا کرتے ہیں۔ مسجد نبویؐ کا ہر مقام نبی اکرمؐ کے چودہ سو سالہ قبل کے حالات و واقعات کو اس طرح پیش کرتا ہے جیسے یہاں آپؐ وفود سے ملاقات فرماتے تھے۔ فلاں جگہ صحابہ کبارؓ سے مشورہ کرتے تھے' فلاں جگہ تہجد ادا کرتے تھے' فلاں جگہ خطبہ دیتے تھے۔ فلاں جگہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے اور فلاں جگہ حضرت عائشہؓ صدیقہ اور دیگر ازواج مطہرات سے محو سخن ہوتے تھے۔ فلاں جگہ مجاہدین کی تربیت اور جہاد کے لئے ضروری ہدایات دیتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ مختصر یہ کہ مسجد نبویؐ کی شان اعلیٰ و ارفع کا اندازہ وہاں جائے بغیر اور وہاں کی خاک کے ہر ذرہ کی چمک دمک سے آنکھوں کو دل کو اور دماغ و روح کو سرور اور تازگی پہنچائے بغیر نہیں لگایا جا سکتا"

(کراچی سے گنبد خضرا تک از ڈاکٹر ایچ۔ بی خان، ص: ۱۸۵۔۱۸۶)

○

" توحید کے اس عظیم ترین علمبردار کی بے پایاں اظہار شفقت کا ایک اور واقعہ سنئے حسب معمول یہ گناہ گار پائیں مبارک کی جالیوں سے لگا بیٹھا تھا۔ احساس جرم اور نافرمانیوں کی شرمساری کے باوجود سینہ تجلیات سے معمور تھا اور میں پوری طرح صاحب دربار کے حسن لاثانی اور دربار کی جلوہ سامانیوں میں کھویا ہوا۔ "شب جائے کہ من بودم" سے ملتے جلتے نظاروں میں محو نہیں گم تھا۔ مجھے اس عالم محویت میں ہر سو شان محبوب ہی نظر آ رہی تھی۔ وارفتگی کے ان لمحات میں دفعتاً" میرے کان میں اللہ اکبر کی صدائے لافانی بڑی زور سے آئی۔ ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی میرے کان پر منہ رکھ کر مخاطب کر رہا ہو۔ اس کو سنتے ہی میں چونکا نہیں لرز گیا اور میرا منہ مسجد نبویؐ کی چھت کی طرف اٹھا جہاں " اللہ جل جلالہ " کا نہایت ہی جمیل و دلکش نقش ابھرا ہوا تھا۔ میرے تخیلات کے دھارے کا رخ مڑ چکا تھا اور اب میں اس مالک دو جہاں رب العالمین کے بیشمار انعامات ان گنت صفات یاد کر رہا تھا اور ہر سمت انوار الٰہی دیکھ رہا تھا۔ میں اب اس سوچ میں گم تھا کہ جس خالق و مالک نے اپنے ایک بندے کو ایسا مرقع انوار اور سارے جہانوں کا غمخوار بنا دیا بے نواؤں اور گناہ گاروں کے لئے وسیلہ بنا دیا اس کی اپنی رحمت کا کیا عالم ہو گا اس کی اپنی نوازشات کا کیا معیار ہو گا اس کے اپنے حسن و جمال کا کیا ٹھکانہ ہو گا؟ میری زبان پر اللہ اکبر کا ورد تھا میری نظروں میں " اللہ جل جلالہ " کے الفاظ اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کی اولتی ٹپک رہی تھی ان آنسوؤں میں غم نہیں تھا بلکہ یہ پر مسرت اظہار تشکر تھا۔ روز محشر گناہ گاروں کو بخشوانے والے نے اپنی ادنیٰ توجہ سے رفیق اعلیٰ کے حضور پہنچا دیا' بھٹکنے سے پہلے رہبری فرما دی۔ واقعی قربان جایئے ایسے آقا کے جو غلام برائے نام کی بھی کس طرح دلجوئی کرتا ہے کیسی دستگیری کرتا ہے اور اپنے کروڑوں امتیوں کا محبوب ترین ہوتے ہوئے اسے اپنے اللہ کا حبیب ہونے کا کتنا احساس ہے واقعی رفیق اعلی بھی یکتا ہے اور اس کو پہچاننے والا بھی یکتا"

معبود جو یکتا ہے تو محبوب بھی یکتا
یکتا ہے تیری آن تری شان محمدؐ

(حدیث حرم ۔ از محمد ذاکر علی خان ص = ۱۹۵۔ ۱۹۶)

○

ہم لوگوں نے تھوڑی سی دیر اپنے کمرے میں آرام کیا ۔ پھر غسل کرنے اور چائے پینے کے بعد مسجد نبوی کی جانب روانہ ہو گئے ۔ مسجد میں قدم رکھتے ہی گھبراہٹ دور ہو گئی ۔ بیت اللہ میں ہمیں جلال کی کیفیات سے دوچار ہونا پڑا تھا ۔ یہاں چار سو جمال ہی جمال دکھائی دیا ۔ فخر و مسرت کا ایک عجیب احساس طاری ہو گیا ۔ ہم داخل ہوئے تو نماز مغرب کی صفیں کھڑی ہو رہی تھیں اور یہ پہلی نماز تھی جو حرم نبوی میں ادا ہو رہی تھی۔ میں اس بات پر مطمئن تھا کہ یہاں کی ایک نماز ہزار نمازوں کے برابر ہے ۔

نماز پڑھتے ہوئے مجھے کامل سکون نصیب ہوا مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اللہ کے رسول ہمیں دیکھ رہے ہوں ۔ وسیع و عریض مسجد میں سکون کی کیفیت کارفرما تھی ۔

نماز سے فارغ ہو کر ہم روضہ اقدس کی جانب آگے بڑھے ۔ بہت ہمت کی مگر قدم اٹھتے ہی نہ تھے ۔ آخر اللہ نے مدد کی اور میں وہاں پہنچ گیا ۔ جہاں پہنچنے کے لئے آیا تھا ۔ روضہ مبارک کے روبرو تین بیضوی جھروکوں پر میری نگاہیں مرکوز ہو گئیں ۔ پہلا جھروکہ سرور کونین" دوسرا حضرت ابوبکر صدیق کا اور تیسرا حضرت عمر فاروق کا ہے ۔ ان جھروکوں کو دیکھ کر میرے ضبط کے بند ٹوٹ گئے اور آنسو آنکھوں سے رواں ہو گئے ۔ سسکیاں آہیں بلند ہونے لگیں ۔ ہچکیاں بندھ گئیں ۔ کلیجہ چاہتا تھا کہ پسلیوں کو پھاڑ کر باہر نکل آئے ۔ دل کہتا تھا تڑپ کر حضورؐ پر نثار ہو جاؤں۔

کافی دیر بعد میری طبیعت سنبھلی۔' دل کو قرار نصیب ہوا ۔ میں رحمت للعالمینؐ کے دربار میں کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا روضہ رسولؐ کے آس پاس انسانوں کا تانتا بندھا ہوا ہے ۔ اور سب اشکبار ہیں ۔ اس حد تک تحیر ہے کہ ایک دوسرے سے کوئی آگاہ نہیں " لوگ آ رہے ہیں ۔ پہرے دار کھڑے ہیں ۔ اور راستہ بن رہا ہے ۔ خلقت نکل رہی ہے اور دعائیں لٹ رہی ہیں ' شمع روشن

ہے ۔ پتنگے جمع ہیں ۔ گھٹتے نہیں بڑھتے چلے جاتے ہیں اور لو میں گھلے جا رہے ہیں۔ ملائکہ عرش الٰہی سے آ رہے اور سلام کے موتی نذر کر رہے ہیں کیوں نہ ہو ' یہ مقام عشق کا منتہی اور حسن کی جولاں گاہ ہے " ہم مغرب اور عشاء کی نماز مسجد نبوی میں ادا کرنے کے بعد ہوٹل میں لوٹے۔ میری طبیعت ناساز تھی جلد ہی سو گیا ۔ اگلی صبح ' مقررہ وقت سے بہت پہلے ہم لوگ باب السلام کے سامنے جا کھڑے ہوئے تاکہ ریاض الجنتہ میں جگہ مل سکے ۔ اس مقام کی عظمت کا اندازہ لگائیے ۔ کہ حضور نے خود فرمایا تھا کہ میرے گھر اور میری مسجد کے درمیان جو قطعہ زمین ہے ۔ یہ جنت کے باغوں میں سے ایک ہے۔ ہم نے دیکھا کہ زائرین کی جماعتیں ریاض الجنتہ میں جگہ حاصل کرنے کے لئے بے قرار تھیں ۔ دھکم پیل ہو رہی تھی ۔ دروازہ کھلنے پر سب لوگ آگے بڑھنے لگے ۔ میری ہمت جواب دے گئی ۔ میں اپنی باری پر آگے بڑھا اندر پہنچ کر دیکھا کہ قطاروں کی قطاریں انتظار میں کھڑی تھیں ۔ ایک شخص نماز پڑھ کر اٹھتا تھا تو دوسرا جگہ لینے کے لئے تیار دکھائی دیتا۔ اللہ کا شکر ہے میری باری بھی آ ہی گئی ۔ مجھے یہاں نماز ادا کرنے میں جو سرور حاصل ہوا ۔ اسے کیونکر بیاں کروں ؟ "

(مسافر حرم از کرنل غلام سرور ' ص : ۱۹۹ ۔ ۲۰۰)

○

بات حرم نبوی کی حاضری کی تھی ' سڑک پر گنبد خضرا کو دیکھتے ہی زبان سے درود و سلام کے نغمے پھوٹے ' ہر قدم پر بحضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم درود وسلام کے نذرانے پیش کئے ۔ جسم لرزاں تھا ' نگاہوں سے بوجھ اور ندامت و شرمندگی کے احساس سے قدم اٹھتا نہ تھا۔ افتاں و خیزاں باب عمر رضی اللہ عنہ سے مسجد نبوی میں داخل ہوا —— دو نفل تحیتہ المسجد کے ادا کئے ۔ دھڑکنوں نے شکر و سپاس کی صورت اختیار کر لی ۔ آنسوؤں نے محبت و احترام کے انداز سیکھے ۔ باب عمر رضی اللہ عنہ سے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا جب باب سعود کے پاس پہنچا تو گنبد خضرا تمام آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہوا ۔ قدم رک گئے ۔ نظر جمال گنبد خضرا پر نثار ہو رہی تھی ۔ سر جھکا کر انتہائی ادب و احترام سے ہاتھ باندھ کر غلامانہ ادا کے ساتھ بحضور سرور کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم درود و سلام پیش کیا۔ کچھ دیر کے لئے یہیں رک گیا کہ گنبد خضرا کے جمال سے دل کے تاریک گوشے روشن کر لوں۔ آنکھوں کو دربار میں حاضری کا سلیقہ آ جائے۔ دیر تک اس جلوے سے نگاہ و دل کو سیراب کرتا رہا۔ آخر دھڑکتے دل کے ساتھ جانب روضتہ المبارک ' مرکز قلب و نظر ' محور ذوق و شوق۔ مصدر جود و سخا۔ چلا۔ آنکھوں سے بیساختہ آنسو جاری ہو گئے۔ یہ مسرت کے گہہائے تابدار تھے یہ کامرانی کے موتی تھے۔ یہ مسجد نبویؐ میں داخل ہوتے ہی باران کرم تھی۔ یہ دیدہ و دل کی تطہیر کا سامان تھا۔ کیوں کہ اس بار مکہ مکرمہ کی حاضری کے بغیر سیدھا دربار محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری تھی۔ اس لئے تزکیہ قلب و نظر ضروری تھا۔

مقامات مقدسہ کی زیارت سے نگاہوں کو پاک کیا۔ صفہ پر نظر پڑی زائرین انتہائی محویت کے عالم میں تلاوت کلام پاک میں مصروف تھے۔ سامنے محراب تہجد تھا۔ محراب تہجد کے ساتھ سیدہ فاطمہ الزہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ مبارکہ تھا۔ اس کے بالکل سامنے باب جبرئیل علیہ السلام تھا۔ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا قدمین شریفین تک پہنچا۔ شکرانے کے دو نفل ادا کئے۔ اس سعادت کے حاصل ہونے پر بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو گیا۔ اللہ تعالی کا اس خاطی و عاصی پر بہت بڑا کرم تھا کہ بارگاہ نبوی ' دربار رسالت کی حاضری سے مشرف ہوا۔ اس دربار کی حاضری کی تڑپ سینکڑوں آنکھوں سے اشکوں کی صورت نظر آتی ہے۔ کتنے دل اس بارگاہ قدس کی زیارت کے لئے بے تاب رہتے ہیں۔ اگر ایک آنسو بھی رب العزت کو پسند آ جائے تو انعامات کا لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے۔ اگر کریم نوازنا چاہے تو سینکڑوں بہانوں سے نوازتا ہے۔ وہ ہمارے سجدوں ' ہماری ریاضتوں ' ہماری عبادتوں سے بے نیاز ہے۔ وہ تو دل کے اندر کے جذبے کو دیکھتا ہے۔ یہ عبادتیں یہ ریاضتیں تو ہم اپنی ذات کی اصلاح کے لئے ' اپنے قلب و نظر کو پاک کرنے کے لئے کرتے ہیں ورنہ اس مالک الملک قادر مطلق ' خالق کائنات کو کیا پروا ' بیدم وارثیؒ کا شعر یاد آ گیا ہے۔

؎ کیا کیا ہمیں بھی اپنی عبادت پہ ناز تھا
بس دم نکل گیا جو سنا بے نیاز ہے

اس حاضری سے اس بات کا تو یقین ہو گیا کہ یہ سعادت اس لئے نصیب ہوئی کہ خداوند کریم نے

کوئی فعل ، کوئی جذبہ ، کوئی آنسو اپنی خاص شان کریمی سے پسند فرمایا۔

؎ کیا ہے شان کریمی نے منتخب اس کو
کشش عجیب میرے نامہ سیاہ میں ہے

دو نفل شکرانے کے ادا کر کے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ، چشمہ فیوض و برکات مصدر لطف عمیم ، مخزن جود و سخا ، منبع لطف و عطا دربار گہربار کی طرف چلا ، روضہ اقدس کے کونے پر خاموش با ادب کھڑا ہو کر اس غلام نے اجازت طلب کی ۔ پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا ، اشک آلود آنکھوں اور دھڑکتے دل کے ساتھ حضور اکرم سرور کائنات ، خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بار گاہ عالیہ میں پہنچ گیا ۔ ندامت گناہ اور احساس خطا نے زبان گنگ کر دی۔ اشک بہہ رہے تھے ۔ نظریں جھکی ہوئی تھیں ـــــ مجھ خاطی و عاصی اور یہ کرم کی معراج ، مجھ سا گناہ گار اور یہ باران کرم ، مجھ سا بے بضاعت ، بے سروسامان اور یہ معراج کی منزل ـــــ اللہ اللہ حضور اکرمؐ کیسے نوازتے ہیں ۔ مولانا ماہر القادری مرحوم کا شعر یاد آ گیا۔

؎ سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا یہ میرے ہیں

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی غمزدوں ، بیکسوں ، گناہ گاروں اور خطا کاروں کا آخری سہارا ہیں ۔ یہی ذات گرامی ہماری شفاعت کا وسیلہ ہے ۔ یہی ذات مقدس ہے جس کے سائے میں انسان تسکین محسوس کرتا ہے ۔ یہیں تشنہ نگاہوں کو سیرابی نصیب ہوتی ہے ۔ کائنات کا مرجع و مصدر یہی دربار ہے ۔ یہاں ہر ایک کو نوازا جاتا ہے ۔ یہاں امیر و غریب کی تفریق نہیں ، یہاں عابد و زاہد کی قید نہیں یہاں تو گناہ گار کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے ۔ خداوند تعالی نے ہم جیسے گناہ گاروں کے لئے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو مقبولیت توبہ اور معافی طلبی کا ذریعہ قرار دیا ہے ۔ ارشاد باری تعالی ہے : "اگر تم اپنی جانوں پر ظلم کرو تو میرے حبیب کے پاس آ جایا کرو ۔ وہ تمہیں بارگاہ خداوندی سے معافی دلوا دیں گے ۔ تم خدا کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاؤ گے"

یہاں ہر لمحہ توبہ کے دروازے کھلے رہتے ہیں ، یہاں جو بھی آتا ہے ندامت کے آنسو لئے

کر آتا ہے ۔ یہاں جو بھی حاضر ہوتا ہے اپنی خطاؤں پر شرمندہ ' اپنے اعمال پر نادم اپنی گناہ گار زندگی سے پشیمان ــــ خداوند تعالیٰ تو ندامت کے ایک ایک آنسو کو میزان رحمت میں تولتا ہے اور اس کے عمر بھر کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے ۔ علامہ اقبال کا شعر ہے :

ے موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے

کونسی آنکھ ہے جس سے آنسو نہیں بہتے کونسا دل ہے جو بارگاہ رسالت میں دھڑکنوں کے نذرانے پیش نہیں کرتا ' یہاں سرکش سر جھکائے رہتا ہے ' یہاں تمکنت عجز کا رنگ اختیار کر لیتی ہے ۔ یہاں تکبر انکساری کا لبادہ اوڑھ لیتا ہے ۔ محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کا ہر فرد پیارا ہے ۔ وہ ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم تو مسکینوں کو محبوب رکھتی ہے کوئی مسکین بن کر مسکینوں کی سی صورت بنا کر بھی اگر آ جاتا ہے تو سحاب کرم اس پر سایہ کر دیتا ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صفہ پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین میں دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے خداوند کریم مجھے مسکینوں میں زندہ رکھیو ' مسکینوں میں ماریو ' مسکینوں کے زمرے سے قیامت کے روز اٹھایو ' مسکین تو محبوب کائنات کی دعا کے وارث ہیں ۔ ان جیسا خوش نصیب کون ہو سکتا ہے جن کی معیت کی حضورؐ دعا فرمائیں۔

مواجہہ شریف پر چند ساعتیں ٹھہرا۔ زندگی بھر کے گناہوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے باگارہ رب العزت میں معافی طلب کی۔ اس کرم بے پناہ پر شکر کے آنسو پیش کئے۔ اس احساس نے ہم میں لرزہ طاری کر دیا کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دے رہے ہیں ـــ یہ خوش نصیبی کی معراج ہے جس خوش نصیب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سلامتی کی دعا دیں ۔ اس جیسا خوش قسمت کون ہو سکتا ہے ! اس کی نگاہوں میں کائنات کے تمام خزانے دنیا کے تمام اعزازات ہیچ ہیں۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کی دعا کا بدل ممکن ہی نہیں بلکہ یہ سلامتی کی دعا تو آخرت میں نجات کا وسیلہ ہے ـــ دربار میں زیادہ دیر ٹھہرنا سوئے ادب ہے ۔ یہاں تو انسان اپنی معروضات پیش کر کے درود و سلام کے بعد انتہائی احترام کے ساتھ اجازت طلب کرے ۔ یہاں تو ایک لمحہ صدیوں کی عبادت سے زیادہ محترم اور بس سعادت ہے ۔ کیوں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس نے میری قبر

مبارک کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہو گئی۔
(مدینہ منورہ کی حاضری از حافظ لدھیانوی، ماہنامہ ضیائے حرم لاہور
جنوری ۱۹۸۲ء، ص ۱۱۳ - ۱۱۶)

○

ہم سب روضہ نبویؐ کے سامنے کھڑے تھے!

بالآخر لمحہ ادب آ گیا۔ روضہ اطہر پر پہلی نظر پڑتی ہے تو دل کی عجیب کیفیت ہوتی ہے یہ اس سید الانبیاء اور امام الابرار کا مرقد مقدس ہے جس کی لوح دل، قرآن مجید کی پہلی رحل بنی۔ یہ وہ عظیم ترین، بعد از خدا بزرگ توئی، ہستی ہے جس پر خود خالق کائنات اور تمام فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہاں مواجہ سعادت کے سامنے اہل ایمان کا بے پناہ ہجوم ہے۔ ہم بھی دلوں میں جذبات کا طوفان اور آنکھوں میں شوق بے تاب لئے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ میرے ہونٹوں پر نعت کا وہ بے مثل مصرعہ سرگوشی بنا ہوا ہے "لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب"۔ کچھ حضرات کا ایک گروہ سامنے ہاتھ باندھے بہت مؤدب ہو کر کھڑا ہے۔ ان سب کی آنکھیں نم آلود ہیں ان کے امام نے سیاہ قبا پہن رکھی ہے۔ گروہ کے سب لوگ ان کے دائیں بائیں اور پیچھے ساتھ لگ کر کھڑے ہیں۔ امام صاحب مواجہ سعادت کی طرف منہ کر کے دعائیں پڑھ رہے ہیں اور سارا گروہ ان کے ساتھ ان دعاؤں کو دہرا رہا ہے۔

"یا جمال ملک اللہ، نور عرش اللہ، خیر خلق اللہ، یا شفیع المذنبین، رحمتہ للعالمین، مقدم جیش المرسلین میں آپؐ کی بارگاہ میں شفاعت کی امید لے کر حاضر ہوا ہوں۔"

لوگوں کے چہروں پر خوشی اور طمانیت ہے کہ اس لمحے ان کی زندگی بھر کی تمنا پوری ہو گئی ہے اور وہ اس بارگاہ تک آ پہنچے ہیں جس کے گرد حریم کائنات بھی گرم طواف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ عاقب ہیں یعنی سب انبیاء کے بعد آنے والے ہیں۔ یا رسولؐ اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ ختم المرسلین ہیں، آپؐ ہر دل میں مکین ہیں، آپؐ ہی

افضل ترین ہیں ' آپ ہی ہماری دنیا و دین ہیں اور آپ کا اسوہ حسنہ ہمارے لئے قرآن مبین ہے۔

دل میں جذبات کا آتش فشاں ہے لیکن دربار رسالت کی ہیبت چھائی ہوئی ہے۔ اس بارگاہ کو چاروں جانب سے بند اور تاریک رکھا گیا ہے۔ اس سے ہیبت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ تاہم جہاں ہم کھڑے ہیں خنک اور بھرپور روشنیوں نے اس قطعہ کو رشک فردوس بنا دیا ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ میں مہر جلیل نیم روز کے حضور کھڑا ہوں اور میرا وجود تخیل ہو کر عدم ہو گیا ہے' میں گونگا ہو گیا ہوں ۔ ایسے میں ڈاکٹر نصیر احمد ناصر سے حروف و الفاظ مستعار لیتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے قلبی احساسات کی ترجمانی کی ہے ۔

" روضہ اطہر پر نظر پڑی تو مدتوں کی مشتاق آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا ۔ دل پر ہیبت طاری ہو گئی حرم کعبہ میں صرف اللہ و رب تھا لیکن یہاں اس کے ساتھ اس کے حبیب بھی تھے ۔ یہاں شراب محبت دو آتشہ تھی اور اس کا کیف و سرور دوگنا تھا۔ یہاں حسن الہٰی کے ساتھ حسن رسالت مآب کے جلوے بھی تھے ۔ یہاں خدا کا گھر بھی تھا جو جنت نگاہ تھا اور اس کے حبیب کا گھر بھی تھا جو فردوس نگاہ تھے نگاہیں دونوں پر فدا ہو رہی تھیں اس لئے روح الحاح و زاری اور دل آہ و فغاں کرنے لگا وہاں قریب قریب سب حاضرین ہی آہ و زاری کر رہے تھے۔ جذب و مستی کی ایک کیفیت تھی جو قریب قریب سبھی اہل جذب و شوق پر طاری تھی "۔

ہم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں چپ چاپ اور مؤدب کھڑے ہیں کہ یہی عشق کی منزل ہے وہ سامنے ہیں نظام حواس برہم ہے ۔ نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے ۔ بہت ہلکے سے کوئی کانوں میں سرگوشی کرتا ہے " ہم اس بارگاہ کے سامنے کھڑے ہیں کہ .... آنجا دلبرؐ است .... یہی مقام اقدس تو اس کائنات کا نقطہ نور ہے ۔ اسی ہستی کے نام سے ہماری پہچان اور آبرو ہے اور یہی ہستی ہمارے درون دل میں بسی ہوئی ہے ۔ در دل مسلم مقام مصطفیؐ است ' آبروئے مازنام مصطفیؐ است ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کے آگے زمانہ اور وقت حقیر رہ جاتے ہیں ۔ ابد الاباد ان کے سامنے ایک لمحہ سے بھی کم حیثیت رکھتا ہے ۔ کمتراز آنے زاوقاتش ابد ' کاسب افزائش ازذاتش ابد ۔ جامی نے انہی کے بارے میں معانی سے لبریز شعر کہے ہیں اور ان کی مدح میں موتی پروئے ہیں اور فرمایا ہے کہ پوری کتاب کائنات میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کتاب کے حاصل اور دیباچے کی سی ہے ۔ ہم سبھی اس نظام عالم کے عام کارکن ہیں اور آقا اور قائد صرف وہی ایک ہیں ۔

نسخہ کونین را دیباجہ اوست
جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست

(حرم نبویؐ از پروفیسر عبدالرحمن عبد ص: ۱۲۵، ۱۲۶)

○

جوں جوں مدینہ قریب آ رہا ہے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی ہیں ۔ بیر علیؓ کے قریب جب دور سے گنبد خضریٰ کے مینار نظر آئے تو دل قابو سے باہر ہو گیا ۔ اسی کیفیت کا نقشہ ایک شاعر نے کیا عمدہ کھینچا ہے

اے شوق مچل، اے پاؤں ٹھہر، اے دل کی تمنا خوب تڑپ
دربار مدینہ آپہنچا دربار مدینہ آپہنچا

گذشتہ بار مدینہ منورہ میں میری حاضری ۱۹۷۴ء کے حج کے موقع پر ہوئی تھی ۔ ان چار برسوں میں مدینہ منورہ کا جغرافیہ بالکل بدل گیا ہے ۔ مسجد نبویؐ کی توسیع کا کام مسجد غمامہ تک جا پہنچا ہے ۔ آس پاس کی بہت سی عمارتیں منہدم ہو چکی ہیں اور بہت سے قدیم آثار ختم ہو گئے ہیں۔ ان آثار کے ختم ہونے کے ساتھ ان سے متعلقہ روایات بھی بھولتی جا رہی ہیں۔

اللہ کے کرم سے رہائش کا انتظام ایسی جگہ ہو گیا جہاں الحمد للہ روضہ نبویؐ ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ جلدی سے تیار ہو کر میں مسجد نبویؐ گیا اور نماز ظہر سے پہلے ہی مواجہ شریف میں حاضری دی اور باچشم پرنم سلام پیش کیا ۔ شام کو مولانا ضیاء الدین صاحب کی خدمت میں حاضری دی ۔ وہ ہمیشہ بڑی شفقت فرماتے ہیں ۔ دوران گفتگو انہوں نے خود میری اہلیہ مرحومہ کا ذکر کیا اور فرمایا کہ انہوں نے آپ کے والد محترم کی بڑی خدمت کی ہے اس کا انہیں بڑا اجر

ملے گا۔ مغرب کے وقت میں نے مولانا غلام رسول صاحب کی خدمت میں حاضری دی۔ وہ باب جبرئیل کے پاس اپنی مخصوص جگہ پر تشریف فرماتے وہ صائم الدھر بزرگ ہیں۔ افطاری کے وقت اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کو بھی شریک کر لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک بلی کا بھی اس میں حصہ ہوتا ہے۔ نماز مغرب کے بعد میں پھر حرم نبویؐ میں گیا اور وہاں ایک ایسی جگہ بیٹھ کر جہاں گنبد خضریٰ آنکھوں کے سامنے ہوتا، درود شریف پڑھتا رہا۔ یکایک جب خیال آیا کہ مجھ جیسے گناہ گار اور دنیا دار آدمی کی اس دربار میں کیسے پہنچ ہو گئی تو اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں پر بے اختیار رونا آیا۔ اسی وقت میری زبان پر مشکور بیگ صاحب کی نعت کے یہ شعر جاری ہو گئے۔

کہاں میں کہاں ان کا دربار عالی
حقیقت بنی ہے مری خوش خیالی
دل مضطرب نے مراد اپنی پالی
نظر آ گئی تیرے روضے کی جالی

(سفرنامہ عمرہ از نواب مشتاق احمد خان، ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، ستمبر ۱۹۷۶ء ص: ۴۶-۴۷)

○

"جنت البقیع کے قریب کار پارک کی اور اس میدان میں سے ہوتے ہوئے حرم نبیؐ تک گئے جہاں آج سے ایک سال پہلے ایک محلہ آباد تھا اب اس میدان کو ہموار کر کے اس پر مٹی بچھائی جا رہی تھی۔ اس حصے کو مسجد نبویؐ کے احاطے میں شامل کیا جا رہا تھا۔ حجاج کی تعداد بڑھنے کی وجہ سے مسجد کی توسیع لازمی تھی۔ باب جبریل سے باہر جوتے اتارے اور جوں ہی مسجد نبوی کے صحن میں قدم رکھا، قلب و نظر کی حالت بدل گئی۔ نظر وہ کچھ نہیں دیکھ رہی تھی جو وہ دیکھتی ہے اور قلب کی دھڑکنوں میں بھی وہ کیفیت نہیں رہی تھی جسے دل خود پہچانتا ہے۔ اندر زائرین کا ہجوم تھا اور میں کسی چہرے کو نہیں پہچان رہا تھا۔ پہچان سے میری مراد یہ ہے کہ کوئی چہرہ مجھے چہرہ نظر نہیں آتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ہیولوں کو چلتے پھرتے دیکھ رہا ہوں۔ نصیر اور طاہر میرے ہمراہ تھے۔ عورتیں علیحدہ حصے میں چلی گئی تھیں۔ میں نصیر اور طاہر کی موجودگی سے بھی نیاز ہو گیا تھا۔

دعاؤں کی جو کتاب ساتھ لے گیا تھا ' اسے کھولا تو کوئی لفظ اپنے اصلی روپ میں نظر نہ آیا ۔ ہر لفظ ایک آنسو تھا اور ہر سطر ایک ندی تھی وہ دل جو کدورتوں ' نفرتوں اور نفسانی خواہشوں کی آماجگاہ تھا ' ان آنسوؤں میں ٹپک جانے کو بے قرار تھا ۔ اتنے سوتے پہلے کبھی دل کی سرزمین سے نہیں پھوٹے تھے ۔ اتنی رقت مجھے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی ۔ مجھے وہ اعمال ہی بھول گئے جو حرم نبیؐ میں داخلے کے بعد ضروری ہیں ۔ قلب و نظر کا صفحہ آنسوؤں میں دھل گیا تھا ۔ روح کی اتنی بالیدگی پہلے کبھی نصیب نہ ہوئی تھی ۔ عزیزم طاہر کے یاد دلانے پر ضروری اعمال بجا لایا ۔ پیشانی مسجد نبویؐ کے فرش پر اللہ کے حضور ٹکی رہی لیکن دل حریم نبیؐ کے اندر سجدہ ریز رہا"۔

"استوانہ ابولبابہؓ کے قریب نماز ادا کی ۔ منبر رسولؐ کے قریب سے گزرنے کی سعادت حاصل ہوئی لیکن ہجوم اتنا کہ مسجد نبویؐ کا جو حصہ ریاض الجنت کے نام سے مشہور ہے وہاں سر بسجود ہونے کے لئے کوئی خالی جگہ نظر نہ آئی ۔ ابولبابہؓ کتنے خوش نصیب صحابی ہیں کہ مسجد نبویؐ کا ایک ستون ان کے نام سے منسوب ہے ۔ اپنے ایک جرم کا کفارہ ادا کرنے کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو اس ستون کے ساتھ باندھ لیا تھا اور جب تک اللہ کی بارگاہ میں ان کی توبہ قبول نہ ہوئی ' وہ اس رضاکارانہ قید سے رہا نہ ہوئے۔ ان کی توبہ کو اتنا بڑا درجہ ملا کہ وہ ابد تک محفوظ و مامون ہو کر رہ گئی ۔ کاش ہر شخص کی توبہ بارگاہ خداوندی میں اتنی ہی مقبول و مرغوب ہو ۔ آمین!

اب میں اور طاہر زائرین کے اس ہجوم کا حصہ بن گئے تھے جو ایک گرداب کی صورت میں روضہ رسولؐ کے گرد گھوم رہا تھا اور اس ہجوم کا اضطرار میرے سارے وجود میں سما گیا تھا ۔ یہ ایک اجتماعی کیفیت تھی جو ایک برقی رو کی طرح میرے رگ و پے میں دوڑ گئی تھی ۔ درود شریف کا ورد خود بخود ہر زبان پر جاری تھا ۔ جالی کے پاس سے گزرتے ہوئے ہر زائر کی ذہنی ' قلبی اور روحانی کیفیت دگرگوں ہو جاتی تھی ۔ سبھی بے اختیار ہو کر جالی کو چوم لینا چاہتے تھے ۔ جالی کے سامنے سپاہیوں کو دیکھ کر ان کے شوق میں کمی نہیں آ رہی تھی ۔

اس لمحے پنجابی نعت کا ایک شعر میرے ذہن میں مسلسل گنگناہٹ بن گیا تھا ۔

تیری خیر ہووے پہرے دارا روضے دی جالی چم لین دے
اساں ویکھنا ای رب دا نظارہ' روضے دی جالی چم لین دے

اور عین اسی لمحے طاہر نے میرے کان میں کہا " چچا جی ' جالی چوم لیجئے " میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سپاہی کا دھیان اپنی طرف نہ پایا۔ میں نے سر جھکایا اور جالی پر ہونٹ رکھ دیئے۔ صرف ایک ثانئے کے لئے .... پھر کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا " یلہ .... یلہ .... " یہ اس سپاہی کا ہاتھ تھا جو میرے کندھے کو سہلا رہا تھا۔ میں قدم آگے بڑھانے پر مجبور ہو گیا پھر بھی جہاں جہاں مجھے موقع ملتا ' میں روضے کی دیواروں کو ہاتھ سے ضرور مس کر لیتا .... "

(ارض تمنا از غلام الثقلین نقوی ' فیروز سنز ' ص ۸۴ - ۸۶)

○

تیرہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی ان کا روحانی وجود اسی طرح زندہ ہے جیسے اس وقت تھا ' انہیں کی وجہ سے گاؤں کا وہ مجموعہ جس کا نام یثرب تھا مسلمانوں کا محبوب شہر بن گیا ہے ' اتنا محبوب کہ دنیا کا کوئی شہر انہیں اتنا محبوب نہیں ہے۔ اس کا کوئی خاص نام بھی نہیں ' تیرہ سو برس سے آج تک اس کو مدینہ النبیؐ کہتے آئے ہیں ' اس طویل مدت میں نہ جانے محبت کے کتنے طوفان اس طرح یہاں آ کر ملے تھے کہ سارے اشکال اور حرکات نے ایک خاندان اور گھرانے کے ماحول کی سی صورت اختیار کر لی تھی اور مظاہر کے سارے اختلافات ایک مشترک نغمہ یا لَے میں متحد ہو گئے تھے۔

یہ وہ مسرت و سعادت ہے جس کا یہاں ہر شخص کو ہمیشہ احساس رہتا ہے ' ایک خاص قسم کی یکسانی اور ہم آہنگی ' اگرچہ مدینہ کی آج کی زندگی نبیؐ کے نقشہ سے ظاہری تعلق رکھتی ہے ' اور اگرچہ اسلام کا روحانی شعور عالم اسلام کے اور حصوں کی طرح یہاں بھی مدھم اور کمزور پڑ چکا ہے پھر بھی اپنے شاندار ماضی سے جذباتی لگاؤ جس کی وجہ سے تصویر کشی کسی کے بس میں نہیں آج بھی زندہ ہے۔ کوئی شہر ایسا نہیں ہے جس سے لوگوں نے کسی شخصیت کی وجہ سے اتنی محبت کی ہو جتنی کہ مدینہ سے ہے۔ نہ دنیا میں کوئی ایسا شخص گزرا ہے جس نے اپنی وفات پر باوجود تیرہ سو برس گزر جانے کے اتنے انسانوں کے دلوں سے خراج محبت وصول کیا ہوا ' سوائے اس شخصیت کے جو اس عظیم سبز گنبد کے نیچے آرام فرما ہے!

لیکن اس کے باوجود انہوں نے ایک دن کے لئے بھی اپنے کو مافوق البشر نہیں سمجھا اور نہ مسلمانوں نے کبھی ان کی طرف الوہیت کو منسوب کیا نہ جس طرح بہت سے انبیاء کے پیروؤں نے اپنے نبی کے ساتھ کیا تھا۔

ان کے ساتھ رہنے والوں نے ان سے اتنی جو محبت کی تو اس وجہ سے کہ وہ ایک بہتر انسان تھے اور دوسرے لوگوں کی طرح زندگی گزارتے تھے اور زندگی کے درد دکھ اور راحت و آرام دونوں سے ان کا واسطہ پڑتا تھا۔

ان کی وفات کے بعد بھی یہ محبت اسی طرح قائم رہی اور آج تک ان کے ماننے والوں کے دلوں میں زندہ ہے ' ایک ایسے گیت یا ترانہ کی طرح جس کے متعدد لہجے اور طرز ہوں ' وہ مدینہ میں آج بھی زندہ ہیں ' اس کا ایک ایک پتھر اس کی شہادت دیتا ہے ' آپ اس کو چھو کر یہ بات معلوم کر سکتے ہیں لیکن الفاظ میں آپ اس کو ادا نہیں کر سکتے "

(طوفان سے ساحل تک از محمد اسد ' ص ۲۴۰ ـ ۲۴۱)

○

" علی الصباح مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر عصر سے قبل دارالقرار شہر پر بہار پہنچا ـ سامان کا بیگ پٹکا اور حرم نبویؐ میں داخل ہوا ـ موذن نے لحن داؤدی میں اللہ کی عظمت و وحدانیت اور اس کے رسولؐ کی اعلانیہ شہادت دینا شروع کر دی ' برسوں کی خشک زمین پر نزول باراں سے جو طراوت پیدا ہوتی ہے ' سالوں کے فراق زدہ دل کی باران رحمت نے اس سے کہیں زیادہ آبیاری کی ' گناہوں کے سیم اور تھور سے بنجر ہو جانے والا دل خانہ خراب ریاض الجنت کی کیاری کی طرح لہلہا اٹھا اور دوران نماز بلند و بالا نمازیوں کی موجودگی کا احساس ہوا تو روح مضطر نے قفس کی تیلیوں سے سر پھوڑنا شروع کر دیا ـ

معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت
اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کرامتیں !

نماز ختم ہوئی اور اب دعاؤں کی قبولیت کی باری آئی انتہائے شوق کا تقاضا تھا کہ قدم

بڑھائے ہوئے حد ادب کا حکم تھا کہ پاؤں دبائے ہوئے نگاہ جھکائے ہوئے' بار عصیاں پوچھتا تھا کہ کدھر جا رہا ہے مجھ کو اٹھائے ہوئے تو احساس ندامت سے قدم رک جاتے تھے' بوجھ کی گرانی محسوس ہونے لگتی' وزن کا ایسا بار معلوم ہوتا تھا جو زمین میں گاڑے دے رہا تھا لیکن جب معاً یہ خال آیا "وما ارسلناک الا رحمتہ للعالمین" تو سارے خوف و ہراس نے دم توڑ دیا' حزن و ملال نے پیچھا چھوڑ دیا' امید کی کرنوں میں صاف نظر آیا کہ پیاسا دریائے رحمت کے کنارے آ پہنچا جہاں شفق کی لہریں موجزن ہیں' تشنہ کام دیرینہ ساقی کوثر کے در پر کھڑا ہے' جہاں جام لطف و کرم گردش میں ہے۔ مدتوں کے صحرا نورد کو منزل مراد مل گئی تو از سر نو ہمت بندھ گئی' مردہ دل میں جان پڑ گئی اور مجھ جیسا بیکس و مجبور' مبتلائے فسق و فجور اپنی فرد عصیاں کھولے' بے بسوں کے والی' بے یاروں کے مددگار' بنی نوع انسان کے سب سے بڑے محسن و غمزار نبیوں کے سردار شہ ابرار کی بارگاہ پر عظمت و وقار میں پیش ہو گیا' اس مجرم کی حیثیت سے جسے عفو تقصیر کی بشارت مل گئی ہو جوں جوں سلام پڑھتا رہا دل کا بوجھ چھٹتا رہا' گناہوں کی گٹھڑی بے وزن معلوم ہونے لگی فرد عصیاں کے مسترد اور قبول توبہ کے آثار خورشید صبح کی طرح نمودار ہو رہے تھے' دعاؤں کا حسن نکھرنے لگا' سوچا اس عالم اور اس طفیل میں بہت کچھ مانگوں' سب کچھ مانگوں' مانگتے ہی جاؤں' یہاں تک کہ سب دیکھ لیں کہ منگتا کیسا ہوتا ہے' دربانوں کو مجھ سے ہمدردی پیدا ہو جائے' ہر گذرنے والا اپنے ساتھ میرے لئے بھی مانگے آخر کسی طرح تو آقائے نامدارؐ کی نظر کرم کا سزاوار بن سکوں۔ پھر یکدم یہ خیال آیا کہ کہاں ایک ادنیٰ نافرمان اور کہاں وہ ہمیشہ کے مہربان تو مزید ڈھارس بندھ گئی' اس عالم وارفتگی میں اپنے آپ سے زیادہ اپنے عزیز یاد آئے' دوست یاد آئے وہ جو ایسے مبارک اور باسعادت موقعوں پر شریک رہے' وہ تمام محسنین جنہوں نے اس در پر سلام پہنچائے اور رسائی کی راہ ہموار کی اور وہ دور افتادگان جن کی جھولیوں کو ابھی یہ دولت میسر نہیں آئی ہے' خدا ان کو بھی اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ مند ہونے کا موقع دے۔

سلام کا توشہ نذر سرکارؐ کرنے کے بعد جب باہر نکلا تو مجھے اپنی ندامت پر بہت پیار آیا۔ یہی نہیں اپنی گناہ گاری کی ادا بھی دل کو بھائی چونکہ شرمساری اور احساس گناہ کی شدت نے اس مقام تک پہنچا دیا جو خواب و خیال میں بھی نہ تھا خداوند کریم ہر معصیت سے دور مگر دولت شرمساری کو بحال رکھے' گناہوں سے ہمیشہ بچائے رکھے لیکن احساس گناہ کبھی کم نہ ہو (آمین)

بڑے لطف کا پہلو یہ ہے کہ اتنا کچھ مانگنے کے بعد جب باہر نکلو تو معلوم ہوتا ہے ابھی مانگا ہی کیا ہے ۔ اس طلب آفرینی کا سبب دست سوال دراز کرنے والے کی ضروریات اور مجبوریاں نہیں بلکہ یہ تو سرتاسر تقاضائے رحمت ہے ' شیوہ رحمت للعالمین کی بہت خفی سی جھلک ہے ۔

بیت اللہ کی طرح حرم نبویؐ شریف میں بھی پذیرائی کے ایسے مواقع فراہم تھے کہ جدائی کی پیاس بجھ سکے ' رسائی کی ہوس کی شدت کم ہو جائے منبر نبویؐ شریف استوانہ مبارک بلکہ ریاض الجنتہ کی ہر ہر کیاری سجدہ ریزی کے اشارے کر رہی تھی ۔ اپنی حالت کچھ ایسی تھی جیسے مہینوں کے فاقوں کے مارے کو ایسے دستر خوان پر بٹھا دیا جائے جہاں ہر قسم کے لذیذ کھانے ' فواکہات اور مشروبات چنے ہوں' لیکن یہ عجیب بات ہے کہ غذا کے چند لقمے حلق سے اترتے ہی پیٹ بھرنے لگتا ہے ' بھوک مرنے لگتی ہے اس کے برعکس طلب روحانی رکھنے والے کو جب مطلوبہ نعمتیں دستیاب ہوتی ہیں تو پھر اشتہا کم نہیں ہوتی بلکہ خواہش تیز تر ہوتی جاتی ہے ' جتنی عبادت کرو جتنے نوافل پڑھو جتنی دفعہ ستونوں کو گلے لگاؤ جالیوں کی زیارت سے آنکھیں سجاؤ ' دل یہی چاہتا ہے کہ مشاغل و اذکار میں ترقی ہی ہوتی رہے ' مدت قیام بڑھتی رہے اور حضوری کے لمحات کبھی ختم نہ ہوں ۔ بے یار و مددگار کو محض سہارے کا احساس ہی نہیں ہوتا بلکہ وفور اشتیاق میں بہت کچھ نظر آنے لگتا ہے ۔ دل کی آنکھوں میں بینائی پیدا ہونے لگتی ہے۔ کرم نوازیوں کے ظہور سے ادنیٰ غلام نشہ کیف و سرور میں اس قدر سرشار ہو جاتا ہے کہ حرم سے باہر نکلنے کو آمادہ ہی نہیں ہوتا اور جب باہر آتا ہے تب بھی انوار کی فراوانی محسوس ہوتی رہتی ہے ۔ اسی وجہ سے حاضری کے بعد واپسی پر بے قراری میں اضافہ لئے لوٹتا ہے ۔ دیرینہ ارمان اور التجائیں پوری ہونے کے بعد نئی آرزوئیں نئی امنگیں بڑی آب و تاب سے نمودار ہو جاتی ہیں جو فراق کو کیف آفریں بنا دیتی ہیں۔ پھر وہ دن بھی آتا ہے جب یہ تمنائیں رنگ لاتی ہیں دعاؤں کے پھول کھلنے لگتے ہیں گرمی فراق باران رحمت کا موجب بنتی ہے اور یہی بیتابی اور بے قراری رسائی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔"

(مرحبا الحاج از محمد ذاکر علی خان ۔)

○

"سامان شارع جدید والے مکان کے "شفہ" میں رکھنے کے بعد جب حرم شریف کے قریب پہنچے تو کہنے لگے "باب جبرئیل سے داخلہ افضل ہے" ضرور ہو گا۔ مسجد نبویؐ میں داخل ہونے کے لئے باب جبرئیل سے بہتر دروازہ کونسا ہو سکتا ہے۔ حجرہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر امہات المومنینؓ کے حجروں میں پیغام کی امانت پہنچانے کے لئے جبرئیل امین کا بھی یہی راستہ ہوتا ہوگا۔ اسی راستے اللہ کا آخری پیغام نبیؐ آخر الزمان سید المرسلین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا کرتا ہوگا۔ قیام گاہ خیر البشر اور مقر قیادت شہنشاہ دوراںؐ میں پیغام لانے کے لئے اور حاضری دینے کے لئے اس سے بہتر راستہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ اپنے رہنما سے مزید سوال پوچھنے کا مقام نہ تھا۔ اضطراب و اضطرار اور سکون و طمانیت کا ملا جلا احساس قلب و ذہن پر چھایا ہوا تھا مدتوں کی آرزو آج ' محرم ۱۴۱۳ھ کو پوری ہو رہی تھی۔ رہنما جس راستہ سے لے جاتا میرے لئے وہی باعث سعادت تھا۔

باب جبریل حجرہ عائشہ صدیقہؓ سے قریب ترین دروازہ ہے جہاں اس وقت حجرہ اقدس کا گلی کی جانب والا دروازہ تھا وہاں اب ایک کھڑکی ہے۔ یہی جبرئیل امین کے آنے کا راستہ ہوا کرتا تھا۔ اور اوائل میں باب جبرئیل عین اس جگہ تھا۔ اب اس جگہ سے ہٹا کر دروازہ چند گز شمال کی جانب کر دیا گیا ہے۔ جبرئیل کی پرواز اس جگہ پہنچ کر رک جایا کرتی تھی۔ مسافر جب اس دروازہ پر پہنچتا ہے تو وہ بھی اس دروازہ کے سامنے آکر رک جاتا ہے۔ اس کا سفر اختتام کو پہنچ چکا ہوتا ہے۔ وہ نہایت عجز و انکسار کے ساتھ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کہہ کر اور پھر درود پڑھتے ہوئے اس دروازے سے شہنشاہ دو عالمؐ کے دربار میں داخل ہوتا ہے۔

اندر ہجوم ہوتا ہے سینکڑوں ہزاروں مسافروں کے منہ سے دبی زبان سے نکلے ہوئے درود و صلوٰت کے الفاظ کی آواز ایک عجیب سی قلبی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ ہجوم کے باوجود دربار مصطفویؐ کے سامنے پہنچنے کا کوئی راستہ از خود بنتا جاتا ہے۔ یہ دربار رحمت للعالمین ہے۔ یہاں کوئی کسی سے تعرض نہیں کرتا ' کوئی کسی پر خفگی کا اظہار نہیں کرتا۔ یہاں مہر و محبت کے دریا بہتے ہیں ' یہاں جلال کی جگہ حسن و جمال ہے ' یہاں ہر مسافر کو شرف قبولیت بخشا جاتا ہے اس لئے کوئی کسی پر سبقت لے جانے کی کوشش نہیں کرتا اور یہاں یہ دستور ہے کہ

"با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار"

اس لئے یہاں ہر ایک کے لئے از خود راستہ بنتا جاتا ہے ۔

بائیں کو گھوم کر حجرہ فاطمہ الزہرا سے گزر کر حجرہ عائشہ صدیقہؓ کے جنوب مشرقی کونے سے گھوم کر دائیں کو مڑتے ہیں۔ مسافر کو محسوس ہوتا ہے کہ پورا عالم اسلام نہایت نظم و ضبط کے ساتھ سلام پیش کر رہا ہے ۔ اس کے باوجود مواجہ مبارک کے سامنے جگہ مل ہی جاتی ہے ۔ وہ خاموشی سے ساکت و صلامت اسلام کے پہلے سپہ سالار اعظمؐ کے سامنے ایستادہ ہو جاتا ہے ۔ غیر شعوری طور پر اس مسافر کے دونوں پاؤں " خبردار " حالت میں مل جاتے ہیں اور اس کا بدن یوں تن جاتا ہے جیسے رمل کے لئے تیار ہو رہا ہو ۔ جب ایک ثانیہ کے بعد اس کا ذہن بیدار ہوتا ہے تو معاً" اسے خیال پیدا ہوا کہ میں نے یہ کیا کیا ۔ یہاں تو دست بستہ حاضری دی جاتی ہے مگر ذہن کے ایک خوابیدہ کنارے سے اشارہ ہوا کہ یہ بات نہیں تمہارے تحت الشعور نے غلطی نہیں کی ۔ تم نے سپاہ اسلامیہ کے اولین سپاہ سالار اور قائد کے حضورؐ اپنا نذرانہ عقیدت عین سپاہیانہ انداز میں پیش کیا ۔ حضور نبی آخر الزمان تھے اور نسل انسانی کی جانب اللہ العالمین کے آخری پیغام رساں تھے ۔ مگر ساتھ ہی ملت اسلامیہ کی پہلی ریاست کے سربراہ اور اسلام کی پہلی فوج کے سپہ سالار اعظم بھی تو تھے ۔ اس خیال نے نہ معلوم ذہن کے کون کون سے دریچے وا کر دیئے اور مسافر کی آنکھوں کے سامنے سے بدر و احد اور خندق و حنین کے محیرا لعقول واقعات گزرنا شروع ہوئے ۔

خیال کہاں سے کہاں جا پہنچا ۔ یہاں ملت اسلامیہ کے اولین سپہ سالار کے اولین سالوں کی صبر آزما لڑائیوں اور مہموں کے منصوبے تیار ہوا کرتے تھے ۔ یہاں دفاع ملک و ملت کے دفاعی اور معاشرتی امور پر غور ہوا کرتا تھا اور تجاویز زیر غور آیا کرتی تھیں۔ یہاں پر سالہا سال تک مادی قوتوں پر روحانی برتری کا ثبوت پیش کیا جاتا رہا۔ اسی مقام سے خوف خدا اور خالق ارض و سما پر تقوی کرنے کے معنے بتائے جاتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ ملت کے ہر فرد کے قلب و ذہن سے ما سوا اللہ کا خوف مٹ گیا تھا۔ یہ بہر معنی دربار شہنشاہی بھی تھا اور بیک وقت مقرقیادت اسلام بھی تھا۔

مگر یہ کیا ہوا ۔ یہاں تو اب صرف عالم بالا کے مدارج کے حصول کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ یہاں ملت کے موجودہ مسائل پر کوئی غور وفکر نہیں کرتا۔ جس مقام سے خیر الوراء مسائل کی دوا

کا اہتمام فرماتے تھے وہاں سے صرف اسلام کی مدد کی دعا کی جاتی ہے "اس" مقام کو تجویز دوا کے لئے صدیوں سے استعمال نہیں کیا گیا۔ ملت اسلامیہ کے مسائل کو حل کرنے کے لئے صدیوں سے لا تعداد دوسرے مقامات چن لئے گئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ملت کی صد پارگی کی بخیہ کاری ناممکن بن گئی ہے اور ملت اپنے خالق کے احکام کی پابندی کے قابل نہیں رہ گئی۔ جب سے امور دنیا کو یہاں سے خارج کر دیا گیا ہے اسی وقت سے امور دنیوی کو حل کرتے وقت خوف خدا مٹ گیا ہے اور مسلمان اپنے مقصد حیات کو بھول گیا ہے اور شاید اسی لئے مسلمانوں کے امور دنیوی میں اب خیر و برکت کا فقدان پیدا ہو گیا ہے۔

یثرب پہنچ کر شہنشاہ دو جہاںؐ نے جو پہلا کام ہاتھ میں لیا تھا وہ اپنے صدر مقام مسجد نبویؐ کی تعمیر تھی مسلمانوں نے یہی نکتہ فراموش کر دیا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جو شہنشاہ معظمؐ کا دربار کہلاتا تھا۔ اس دربار میں صرف ایک سال کے اندر اسی سے زائد مقامات کے وفود نے اپنی خود مختاری کو شاہ مدینہؐ کے قدموں میں پیش کیا تھا اور اپنی چھوٹی چھوٹی مملکتوں کی خود مختاری سے سبکدوش ہونے کے صلہ میں آزاد خود مختار مملکت اسلامیہ کی وسیع و عریض ریاست کے کاروبار میں شامل کر لئے گئے تھے۔ وہ حاضر تو اس لئے ہوئے تھے کہ ان کے پاس جو کچھ تھا وہ اس عہد کے سب سے بڑے اور کامیاب ترین فاتح کے قدموں میں نچھاور کریں مگر انہیں یہاں سے وہ کچھ ملا جو ان کے تصور سے بھی بالاتر تھا۔ انہوں نے جب اس دربار سے رخصت ہو کر دنیا کی وسعتوں پر نظر ڈالی تو کرہ ارض کی وسعت انہیں سمٹتی ہوئی محسوس ہوئی اور وہ اس کی تسخیر پر کمر بستہ ہو گئے۔

یہ مسافر۔ ہاں یہ گناہ گار اور پر خطا و عصیاں آشنا مسافر' اسے یہ سعادت نصیب ہو رہی تھی کہ وہ اس خاک نشین شہنشاہؐ کے دربار میں حاضری کے قابل سمجھا گیا تھا جس کے دربار میں پابہ جولاں آنے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے اس شہنشاہ کے سینکڑوں مسند نشین غلام اپنے عز و جاہ کو قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ خیال کی کڑیاں کہاں سے کہاں جا پہنچیں اور یہ مسافر مواجہ مبارکؐ کے عین سامنے آن پہنچا اس لئے کہ پاس سے رہنما کا اشارہ ہوا۔

"سلام پڑھیئے"

مسافر چونک پڑا۔

مسافر کو اپنی بے بضاعتی کا احساس شاید اس سے قبل کبھی نہیں ہوا تھا اس نے سوچا میں اور اس دربار شہنشاہیؐ میں سلام پیش کروں ۔ کیا میں اس قابل ہوں کہ مواجہ مبارک کی جانب سے نظر اٹھا کر دیکھوں اور " السلام علیکم یا رسول اللہؐ " کہہ سکوں ۔ اپنی پر عصیاں زندگی کا لامتناہی سلسلہ تحت الشعور سے جھانک جھانک کر ندامت کے آنسوؤں کا سیلاب برپا کر رہا تھا اور زباں گنگ ہو چکی تھی ۔ غیر معمولی کوشش و ہمت سے کام لیا اور بمشکل یہ الفاظ کہہ ہی لئے ۔

" السلام علیکم یا رسول اللہؐ "

اور ہچکی بندھ گئی ۔ ذہن نے جواب دے دیا ۔ اور وہ کچھ نہ سوچ سکا کچھ یاد ہی نہ آ رہا تھا کہ کس طرح سے سلام پیش کروں ۔ لاشعوری طور پر اپنے حافظے کو کوسنے کا خیال آیا اور چلا گیا۔ کتنے ہی "سلام " تھے جو سنے اور پڑھے تھے اے کاش حفیظ کا سلام یا اس کے چند بند یاد کر لئے ہوتے۔ آج کچھ بھی تو یاد نہ تھا۔ پھر ذہن کی سطح پر یہ خیال ابھرا کہ اگر حفیظ کا کیا ہوا "سلام" یاد ہوتا یا ماہر القادری کے " سلام" کچھ اشعار یاد ہوتے تو اس سے کام نہ بنتا دوسروں کے لکھے ہوئے " سلام" پڑھنے سے اپنے دل کی کیفیت کا اظہار نہیں ہوا کرتا ...."

(تذکرہ حجاز از بریگیڈئر گلزار احمد ۔ ص : ۱۸۴۔۱۸۷)

○

حرم سے باہر آئے ۔ مدینہ کی گلیوں میں گھومنے کا شوق ہر طرف لئے پھرا ۔ ہواؤں میں آپؐ کے سانسوں کی مہک ضرور ہو گی اس لئے لمبے لمبے سانس لئے کہ وہ ہوا میرے وجود میں بھی چلی جائے ۔

تہجد کی اذان کے ساتھ حرم کے دروازے کھل گئے ۔ بے تاب لوگ دیوانہ وار اندر بھاگے ۔ میری خوش نصیبی کہ جگہ ریاض الجنتہ میں نفل پڑھنے کو ملی ۔ میں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ہوں ۔ سر سجدہ سے اٹھانے کی کس میں ہمت ہو سکتی تھی وہ تو خادم میری عبادت میں مخل ہوا اور اذان فجر سے پہلے پیچھے عورتوں والے حصے میں بھیج دیا ۔ دالان تو مسجد نبویؐ کا ہی حصہ ہے میرے لئے یہ بات ہی قابل فخر ہے ۔

نماز اشراق کے بعد خواتین کو روضہ اطہر پر حاضری کی اجازت ملی ۔ آپؐ کو خواتین کا بے

پردہ ہونا پسند نہیں ہے۔ آپؐ کے در پر جاتے ہوئے میں نے اپنا سراپا اچھی طرح چہرہ سمیت ڈھانپ لیا۔ پاؤں لڑکھڑا رہے تھے۔ مبادا کوئی غلطی نہ ہو جائے۔ کوئی بے ادبی نہ ہو۔ یہاں آ کر بہت ہی سکون ملا۔ ایسا سکون جس پر ہزاروں زندگیاں قربان کی جا سکتی ہوں۔ مجھے یوں لگا جیسے میں بہت ہی مہربان اور شفقت کرنے والے باپ کے سائے میں آ گئی ہوں۔ اس کی چوکھٹ پر اپنے دکھ درد بیان کر سکتی ہوں۔ دل بلک بلک کر رو رہا تھا۔

تقدس بھری خاموشی' درود و سلام کی ہر طرف سے گنگناہٹ' ایک مسحور کن خوشبو ہر طرف پھیلی تھی۔ یہ وہ مقام ہے جہاں بندے کا تعلق دنیا سے ٹوٹ کر رشتہ صرف اللہ اور رسول سے رہ جاتا ہے۔ ابلیس کے پر یہاں آنے سے پہلے ہی جل جاتے ہیں وہ باہر بازار میں منتظر بیٹھا ہے کہ کمزور دل کے لوگ آئیں اور وہ انہیں دبوچ لے۔

روضہ اطہر کے سامنے عقیدت سے سر جھکائے پروانے درود و سلام پڑھ رہے ہیں۔ اپنے گناہوں کا خیال آتے ہی آنسو بہنے لگتے ہیں۔ بخشش کے لئے ہاتھ اللہ کے حضورؐ پھیلے ہوئے ہیں۔

(سورج کے ساتھ ساتھ از ذکیہ ارشد حمید' ص: ۱۱۴-۱۱۵)

○

"بہرحال جب ہم روضہ اقدس کی جالیوں کے قریب گئے تو عجب سماں تھا۔ ہزاروں لوگ نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ گردنیں جھکائے دربار رسالتؐ میں کھڑے تھے اور اپنے دلوں کے زخم دکھا رہے تھے۔ ہر آنکھ پرنم تھی اور ہونٹوں پر خاموش فریادیں تھیں۔ میں اور میری بیوی بھی آگے بڑھ کر اس ہجوم میں شامل ہو گئے۔ جو دربار نبوتؐ میں حاضری دے رہا تھا۔ جونہی جالیوں پر نظر پڑی فرط عقیدت سے جذبات کا طوفان آنسو بن کر امڈ آیا۔ آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ ہمارے لبوں پر درود و سلام کے الفاظ تھے مگر دل اپنے زخموں کو بالترتیب چشم نبوت کے سامنے پیش کر رہا تھا۔ دل کی بے اختیاری کا یہ عالم تھا کہ بار بار جالیوں کو چومنے کو جی چاہتا تھا لیکن محافظوں کی موجودگی ہمارے اور جالیوں کے درمیان ایک دیوار کی صورت کھڑی تھی۔ مگر لوگ پھر بھی دھکے وغیرہ کھا کر جالیوں سے اپنے ہونٹ مس کر آتے تھے ہمیں اگرچہ اس قانون شکنی کی ہمت نہیں تھی۔ پھر بھی ہم آنسو بھری آنکھوں سے ہی درگاہ عالی کو چوم رہے تھے اور ہر سانس کے ساتھ دلی عقیدتوں کا نذرانہ پیش کر رہے تھے علامہ اقبال مرحوم و مغفور نے ان جذبات کی کیا خوبصورت عکاسی کی ہے۔

تو ہم آں مے بگیر از ساغر دوست — کہ باشی تا ابد اندر بر دوست
سجودے نیست اے عبدالعزیز ایں — بروبم از مژہ خاک در دوست

علامہ اقبال نے جس رکاوٹ کا ذکر اس شعر میں کیا ہے وہ اب بھی موجود تھی ۔ اور میرا خیال تھا کہ یہ رکاوٹ نہایت ضروری ہے ۔ کیونکہ اگر چند لمحوں کے لئے بھی گنبد خضرا کے محافظ یہاں سے ہٹ جائیں تو لوگ فرط عقیدت اور وا لہیت میں نہ صرف جالیوں کے ایک ایک انچ پر بوسے دیں بلکہ تبرکاً" جالیاں ہی اکھاڑ کر لے جائیں ۔ کیونکہ یہاں سب لوگ جس دیوانگی اور شیفتگی میں کھڑے درود و سلام بھیج رہے تھے اور جو سیلاب عزت و احترام ہمارے دلوں میں حضور سرور کائناتؐ کی ذات اقدس کے لئے موجزن تھا اس کے تقاضوں سے بغیر کسی پابندی کے عہدہ برآ ہونا مشکل تھا ۔

ہم نے روضہ اقدس کی جالیوں کے پاس کھڑے ہو کر شیخین کو بھی سلام پیش کیا ۔ جو حضور سرور کائنات کے قدموں میں ابدی نیند سو رہے ہیں ۔ جالیاں اور ستون علیحدہ علیحدہ تینوں قبروں کی نشاندہی کرتے ہیں اور محافظ خود بتلاتے رہتے ہیں کہ ان جالیوں کے پیچھے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار اقدس ہے ۔ اور ان کے پیچھے سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں ہیں "

(آئینہ حجاز از راجہ محمد شریف بی اے ۔ ص : ۳۲۲ ۔ ۳۲۳)

○

میری عمر اس وقت بتیس تینتیس برس تھی ۔ ایک طویل عرصہ میں آنکھوں نے زندگی کی کثافت اور رزالت اور رکاکت اور خباثت کے علاوہ اور کچھ کم بہت دیکھا تھا ۔ اب جی چاہتا تھا کہ گنبد خضری پر نگاہ ڈالنے سے پہلے ان گناہ گار آنکھوں کو کسی طرح صاف کر لوں ۔ اس مقصد کے لئے شاہراہ مدینہ کی خاک سے بہتر اور کیا چیز ہو سکتی تھی ۔ میں نے احتراماً" جلتی ہوئی سڑک سے خاک کی ایک چٹکی اٹھائی اور اسے اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا لیا ۔

مسجد نبویؐ تک پہنچتے پہنچتے میری آنکھیں سرخ ہو کر سوج گئیں اور راستہ نظر آنا مشکل ہو گیا ۔ قدم قدم پر راہ گیروں سے ٹکر لگتی تھی ۔ مجھے اندھا سمجھ کر ایک بھلے آدمی نے میری رہنمائی کی اور مجھے باب جبرئیل تک پہنچا دیا ۔

باب جبرئیل پر عاشقان رسول کا ہجوم تھا اندر جانے والوں اور باہر آنے والوں کا غیر منقطع تانتا بندھا ہوا تھا ۔ ایک نورانی صورت بزرگ چٹائی پر بیٹھے لوگوں کے جوتے سنبھالنے میں لگے ہوئے تھے ۔ میری آنکھوں میں اب تک دھند سی چھائی ہوئی تھی اور بھیڑ کے ریلے میں پھنس کر مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میں آگے بڑھ رہا ہوں یا پیچھے جا رہا ہوں ۔ ایک مقام پر میں چند لوگوں سے

ٹکرا کر بری طرح لڑکھڑایا اور جوتوں کے ڈھیر پر اوندھے منہ گر پڑا۔ جوتوں کی رکھوالی کرنے والے صاحب نے سہارا دے کر مجھے اٹھایا اور اپنے پاس چٹائی پر بٹھا لیا۔ وہ ٹوٹی پھوٹی اردو بول لیتے تھے میری آنکھیں سوجی ہوئی اور سانس پھولی ہوئی تھی۔ اپنی صراحی سے پانی کا گلاس پلا کر انہوں نے ازراہ ہمدردی دریافت کیا کہ میری آنکھوں کو کیا مرض لاحق ہے۔ میں نے شاہراہ مدینہ کی خاک کی چٹکی والا واقعہ بے کم و کاست بیان کر دیا اسے سن کر وہ بے اختیار رو پڑے اور مجھے وہیں بیٹھے رہنے کی ہدایت کی۔ عصر کی نماز سے وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اندر لے گئے اور جالی مبارک کے سامنے کھڑے ہو کے بڑے سوز گداز سے درود و سلام پڑھوایا۔ نماز کے بعد وہ مجھے پھر اپنے پاس باہر چٹائی پر لے آئے۔

ایک روز تو جوتے والے صاحب نے اپنی کرم فرمائی کی انتہا کر دی۔ عشاء کے بعد جب مسجد نبویؐ کے دروازے بند ہونے لگے تو انہوں نے مجھے باہر نہ نکالا اور تہجد کی اذان تک اپنے ساتھ اندر ہی رہنے دیا اور تھوڑی دیر کے لئے جالی مبارک کے اندر اس عرش بریں جیسی مقدس زمین پر مجھے اپنی پلکوں سے جاروب کشی کی اجازت بھی عطا فرمائی۔

(شہاب نامہ از قدرت اللہ شہاب، ص: ۱۱۶-۱۱۷)

ماں باپ اپنی اولاد پر اتنی شفقت نہیں کر سکتے جتنی شفقت حضور رحمۃ للعالمینؐ کی اپنے امتیوں پر رہی ہے۔ کیسے ہی نافرمان اور بدتوفیق سہی مگر نام لیوا تو انہی کے ہیں۔ کلمہ تو انہی کا پڑھتے ہیں۔ درود تو آپؐ ہی پر بھیجتے ہیں۔ ہم لاکھ کمینے اور اوچھے کم ظرف اور نالائق سہی لیکن جن کے ہم غلام ہیں وہ سب کچھ ہیں۔ خدا کے بعد عظمت و برتری کا کونسا عنوان ہے جو حضور کی ذات و صفات میں شامل نہیں ہے جس نے خون کے پیاسے دشمنوں کو معافی دیدی۔ اس کی وسعت ظرف، مروت عفو و کرم اور درگزر کی بھلا کوئی حد و نہایت ہے۔ مدینے کی طرف اپنے کو متقی، نیکوکار اور پرہیزگار سمجھ کر ہم کب چلے تھے اپنی پارسائی کا دعوی کسے ہے۔ یہاں تو بھاگے ہوئے غلاموں کی طرح حاضر ہوئے ہیں ایک ایک آنسو کی بوند میں پشیمانی اور ندامت کے طوفان بند ہیں!

اسی عالم خیال و تصور میں "باب السلام" سے داخل ہوئے اور مسجد نبویؐ میں جا پہنچے۔ یہ سرو قامت ستون، یہ مصفا جھاڑ فانوس، یہ نظر افروز نقش و نگار۔ ایک ایک چیز آنکھوں میں کھبی جا رہی ہے اور اس ظاہری چمک دمک سے بڑھ کر جمال و رحمت کی فراوانی جیسے مسجد نبویؐ کے در و دیوار سے رحمت کی خنک شعاعیں نکل رہی ہیں!۔

داماں نگر تنگ گل حسن تو بسیار
گل چین بہار تو ز داماں گلہ دارد

کی معنویت آج سمجھ میں آئی۔ تجلیوں کا وہ ہجوم کہ آنکھیں جلوے سمیٹتے سمیٹتے تھکی جا رہی ہیں۔ یہاں کے انوار کا کیا پوچھنا ۔ یہ آفتاب جہاں تاب بے چارہ اس جلوہ گاہ کے ذروں کا ادنیٰ غلام ہے!

دائیں بائیں ' اوپر نیچے ' ادھر ادھر روشنی ہی روشنی اور نور ہی نور مگر لطف یہ کہ آنکھیں خیرہ نہیں ہوتیں۔ یہ آنکھوں کا نہیں خود یہاں کی تجلیوں کا کمال ہے صوفیہ کا قول ہے کہ " تجلّی میں تکرار نہیں " مگر اس مسئلہ پر غور کرنے کی یہاں فرصت کسے ہے ؟

جب ہم مسجد نبویؐ میں حاضر ہوئے ہیں تو ظہر کی نماز تیار تھی سنتوں کے بعد جماعت سے نماز ادا کی کہاں ! مسجد نبوی اور سجدہ گاہ مصطفویؐ میں ! پیشانی کی اس سے بڑھ کر معراج اور کیا ہو گی ؟

نماز کے بعد اب روضہ اقدس کی طرف چلے ۔ حاضری کی بے اندازہ مسرت کے ساتھ اپنی تہی دامنی اور بے مائیگی کا احساس بھی ہے۔ یہی سبب ہے کہ درود کے لئے آواز بلند ہوتے ہوتے بھنچ بھی جاتی ہے ۔ قدم کبھی تیز اٹھتے ہیں اور کبھی آہستہ ہو جاتے ہیں۔ مواجہ شریف حاضر ہونے سے پہلے قمیض کے گریبان کے بٹن ٹھیک کئے ٹوپی سنبھالی اور پھر۔

وہ سامنے ہیں' نظام حواس برہم ہے
نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے

زائرین بلند آواز سے درود و سلام عرض کر رہے ہیں اور کتنے تو جالی مبارک کے بالکل قریب جا پہنچے ہیں مگر اس کمینہ غلام کے شوق بے پناہ کی یہ مجال کہاں ' چند گز دور ستون کے قریب کھڑا ہو گیا ۔ ہاتھ باندھے ہوئے ۔ مگر نماز کی ہیئت سے مختلف ' آہستہ آہستہ صلوٰۃ و سلام عرض کر رہا ہوں کہ حضورؐ کی محفل کے آداب کا یہی تقاضا ہے اور یہ آداب خود قرآن نے سکھائے ہیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول الل •
الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب الل •
الصلوۃ والسلام علیک یا خیر خلق الل •
الصلوۃ والسلام علیک یارحمتہ للعالمین

زبان سے یہ لفظ نکلے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔!

صلوٰۃ وسلام عرض کررہاہوں مگر آواز گلوگیر ہوتی جارہی ہے اور الحمد اللہ کہ آنکھیں روضہ مبارک کی جالیوں کو چوم رہی ہیں اور دل آنکھوں کو مبارک دے رہا ہے۔ زبان حال سے آنکھوں کی اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے!

(کاروان حجاز از ماہر القادری ' ص ۱۳۴ ـ ۱۳۶)

ماخذ

کتب

آنحضورؐ کے نقش قدم پر ' حرم نبویؐ ' پروفیسر عبدالرحمان عبد ' جنگ پبلشرز لاہور ' ستمبر ۱۹۹۱ء

آئینہ حجاز ' راجہ محمد شریف بی اے ' زاہد اکیڈمی ' اکتوبر ۱۹۷۰ء

ارض تمنا ' مکہ و مدینہ ' غلام الثقلین نقوی ' فیروز سنز ' لاہور ' ۱۹۸۸ء

پاکستان سے دیار حرم تک ' نسیم حجازی ' قومی کتب خانہ ' لاہور ' جنوری ۱۹۸۰ء

تذکرہ حجاز ' بریگیڈیئر گلزار احمد ' مکتبہ المختار ' راولپنڈی ' جمادی الاول ' ۱۴۰۲ھ

حدیث حرم ' محمد ذاکر علی خان ' علی گڑھ ایجوکیشنل سوسائٹی کراچی ' س ۔ ن

سورج کے ساتھ ساتھ ' ذکیہ ارشد حمید ' مکتبہ ہمزبان ' کراچی ۔ ۱۹۸۸ء

شہاب نامہ ' قدرت اللہ شہاب ۔ سنگ میل پبلی کیشنز ' لاہور ' بار چہارم جنوری ۱۹۸۸ء

کاروان حجاز ' ماہر القادری ' مرکزی مکتبہ اسلامی ' دہلی ' مئی ۱۹۷۶ء

کراچی سے گنبد خضرا تک ' ڈاکٹر ایچ بی خان ' الحمد اکادمی کراچی ' ۱۹۸۶ء

طوفان سے ساحل تک ' محمد اسد سابق لیوپولڈویس ' مترجم محمد الحسنی ' مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ ' جنوری ۱۹۶۱ء

مرحبا الحاج ' محمد ذاکر علی خان ' علی گڑھ ایجوکیشنل سوسائٹی پاکستان کراچی ' اکتوبر ۱۹۷۶ء

مسافر حرم ' کرنل غلام سرور ' مطبوعات حرمت ' راولپنڈی ' ۱۹۸۳ء

رسائل

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ ' اپریل مئی ۱۹۶۱ء / شوال ۱۳۸۰ھ

ایضاً " ' حج نمبر ' شعبان و رمضان شوال ۱۳۶۹ھ

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ' ستمبر ۱۹۷۸ء جنوری ۱۹۸۲ء نومبر ۱۹۸۳ء